جنوری 2014، قیمت 10 روپے

ماہنامہ
بچوں کی دنیا
دہلی
Monthly BACHON KI DUNIYA, New Delhi

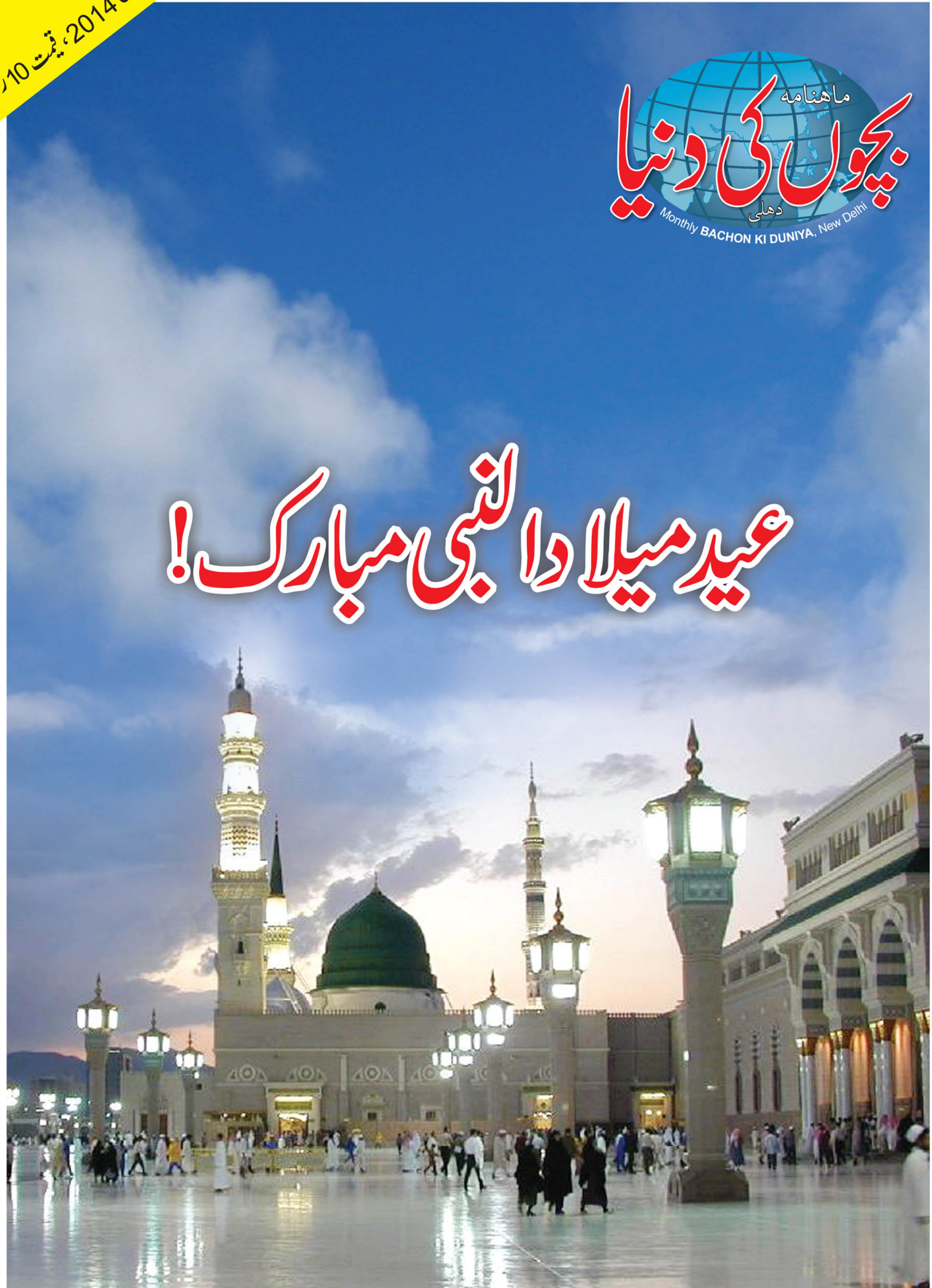

عید میلاد النبی مبارک!

ماہنامہ بچوں کی دنیا دہلی
Monthly BACHON KI DUNIYA, New Delhi
جلد:1 شمارہ:8 جنوری 2014

اس شمارے میں

مدیر کا خط	آپس کی باتیں	مدیر	2
یوم جمہوریہ	چھبیس جنوری	کنول ڈبائیوی	3
عید میلاد	وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا	نصرت ظہیر	4
مضمون	مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا	شائستہ انجم نوری	8
نظمیں	نیا سال مبارک	محمد توحید الحق، ظہیر قدسی	11
مضمون	جب گاندھی جی بچے تھے	راج کماری شنکر	12
کہانیاں	نیکیوں کے مٹکے	حبیب ریتھ پوری	14
	امیر بچّے غریب بچّے	محمد نصیر رمضان	16
	رام شیام دوڑ و چور	صدر عالم گوہر	18
	جنگل میں ہوٹل	محمد جان وفا اعظمی	22
	لومڑی اور خرگوش	الیکسئی ٹالسٹائی	25
کامکس	گلیور بالشتیوں کی دنیا میں۔2	جوناتھن سوئفٹ	29
اس مہینے کی باتیں	جنوری	ادارہ	35
آپ کے سوال	ڈاکٹر بقراط کے جواب	ادارہ	42
نانی کا صندوق	نانی کی ناؤ چلی	ہریندر ناتھ چٹوپادھیائے	45
قسط وار ناول	اسّی دن کا سفر 7	جولز ورنے	47
کھیل کھلاڑی	اسکواش	شبنم پروین	54
اردو ایس ایم ایس	یہ مزے مزے کی حکائتیں	ادارہ	57
	ننھے فنکار	بچوں کی تخلیقات	59
دلچسپ و عجیب	دنیا ایک عجائب خانہ	ادارہ	60
جان پہچان	اردو فیس بک	ادارہ	62
دماغی ورزش	ذہنی آزمائش	ادارہ	64

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر خواجہ محمد اکرام الدین

نائب مدیر: ڈاکٹر عبدالحی

اعزازی مدیر: نصرت ظہیر

ناشر اور طابع:
ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان
وزارتِ ترقیِ انسانی وسائل، محکمہ اعلیٰ تعلیم، حکومتِ ہند
مطبع: ایس نارائن اینڈ سنز، بی۔88، اوکھلا انڈسٹریل ایریا
فیز-II، نئی دہلی-110020

مقامِ اشاعت: دفتر قومی اردو کونسل

قیمت-/10 روپے، سالانہ -/100 روپے

■ اس شمارے کے قلم کاروں کی آرا سے قومی اردو کونسل
NCPUL اور اس کے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

صدر دفتر
فروغِ اردو بھون، ایف سی 33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا
جسولہ، نئی دہلی-110025
فون:49539000
شعبۂ ادارت 'بچوں کی دنیا': 49539011
ای میل
bachonkiduniya @ncpul.in
editor@ncupul.in
ویب سائٹ
http://www.urducouncil.nic.in
رسالہ کی خریداری کے لیے چیک ڈرافٹ یا منی آرڈر بنام NCPUL شعبۂ فروخت کے پتہ پر بھیجیں اور وضاحت طلب امور کے لیے وہیں پر یا فون 49539000 ایکسٹنشن 112 پر رابطہ فرمائیں۔
شعبۂ فروخت: فون:26109746
ای میل: sales@ncpul.in
ویسٹ بلاک-8، ونگ-7 آر کے پورم، نئی دہلی۔110066
شاخ: 110-7-22، تھرڈ فلور، ساجد یار جنگ کمپلکس
بلاک نمبر 5-1، پتھر گٹی، حیدر آباد-500002
فون: 24415194 - 040

آپس کی باتیں!

دوستو آپ سب کو نیا سال مبارک ہو۔ خدا کرے یہ سال ہم سبھی کے لیے، ہماری قوم کے لیے اور ملک کے لیے، نئی خوشیاں لائے، نئی کامیابیوں سے ہم کنار کرے اور ہمیں ملک کو ترقی کے راستے پر اور بھی تیزی سے آگے لے جانے کے لیے نئی توانائی بھی دے۔ نئے سال کا خیر مقدم کرنے، ایک دوسرے کو اس کی مبارک باد دینے اور نئے عہد کرنے کی روایت اس زمین پر ہزاروں سال پہلے تبھی سے جاری ہے جب دنوں کو ہفتوں میں، ہفتوں کو مہینوں میں اور مہینوں کو سال میں شمار کرنے کا طریقہ سیکھا گیا تھا۔

لیکن سال دراصل ہے کیا؟ جواب آسان ہے۔ یہ بات آپ جانتے ہی ہیں کہ جب ہماری زمین اپنے محور یا دھُری Axis پر ایک چکر پورا کر لیتی ہے تو اس سے ایک دن بنتا ہے۔ اسی طرح جب زمین سورج کے چاروں طرف گھومتے ہوئے ایک چکّر پورا کر لیتی ہے تو یہ پورا وقت ایک سال کہلاتا ہے۔ یعنی یکم جنوری کو زمین جس مقام پر ہوتی ہے وہاں اسے دوبارہ واپس آنے میں تقریباً 365 دن لگتے ہیں۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیں کہ زمین سورج کے گرد جس گول دائرے میں گھومتی ہے وہاں کسی بھی مقام سے دوبارہ گزرنے میں اسے ایک سال کا وقت لگتا ہے۔ اب اسی بات کو یوں سمجھیے کہ آج اس وقت، اس لمحے یہ زمین جس مقام پر موجود ہے وہاں اس کا ایک سال ختم ہو رہا ہے اور ایک نیا سال شروع ہو رہا۔ گویا زندگی کا ہر دن ایک سال کا خاتمہ اور ایک نئے سال کی شروعات ہے، اور یکم جنوری کے ساتھ تو دراصل اسے ہم نے اپنی سہولت کے لیے جوڑ رکھا ہے۔ بات ہے تو کچھ گول مول سی لیکن سوچیے تو یہ بڑے کام کا حساب ہے۔ ہم اگر آنے والے ہر دن کو نئے سال کی شروعات کی طرح گلے سے لگائیں، اپنی اور ملک وقوم کی خوش حالی کے منصوبوں پر عمل کی رفتار کو تیز کریں، نئے خواب دیکھیں اور نئی تعبیریں ڈھونڈیں تو آنے والے ہر سال کے پورے وقت کا بہتر سے بہتر استعمال ہو سکتا ہے۔

اس مہینے میں 12 ربیع الاول کا مقدس دن بھی آرہا ہے جو پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیؐ کا یوم ولادت ہے۔ تقریباً ڈیڑھ ہزار سال پہلے پیدا ہونے والے پیغمبر اسلام صرف مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ تمام عالمِ انسانیت کے لیے رحمت بن کر آئے تھے۔ خدا کی وحدت کے اعلان کے علاوہ امن وسلامتی کے قیام سے اس دنیا کو ایک بہتر دنیا بنانے کی کوشش کرنا، سچ بولنے، ظلم وستم کا خاتمہ کرنے، کسی کا دل نہ دکھانے، کسی کا حق نہ مارنے اور تمام انسانی برادری میں برابری کے حالات پیدا کرنے کی تعلیم دینا آپ کا خاص مشن تھا۔ اس مبارک موقع پر آپ کی شخصیت اور ذات وصفات سے تعلق رکھنے والی دو تحریریں اس شمارے میں شامل ہیں۔ میری درخواست ہے کہ آپ انھیں توجہ سے پڑھیں۔

خوشی پر خوشی یہ کہ ہمارا یوم جمہوریہ بھی اسی مہینے میں آتا ہے۔ 26 جنوری 1950 وہ دن تھا جب ہم نے خود کو اس ملک کا مالک اور حکمراں قرار دیا تھا اور اپنے آپ کو ایک ایسے آئین ودستور کا پابند بنایا تھا جو خود ہم نے ہی تحریر کیا تھا اور جس میں ہم نے اس ملک کے تمام باشندوں کو مذہب، ذات، زبان، علاقہ، رنگ اور نسل کے فرق سے اوپر اٹھ کر برابری کا درجہ دیا ہے۔ آبادی کے لحاظ سے آج ہم دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت ہیں اور ہم سبھی کو اس پر ناز ہے۔ اس مہینے ہم 65واں یوم جمہوریہ منائیں گے۔ پچھلے 64 برسوں میں ہم نے قطب جنوبی سے لے کر چاند کی زمین تک اپنا پرچم لہرایا ہے اور آج ہم مریخ جیسے کروڑوں میل دور کے سیارے پر کمندیں ڈال رہے ہیں۔ پچاس برس پہلے ہم اپنی ضرورت کے لیے دوسرے ملکوں سے اناج خریدتے تھے، اور آج اتنا غلّہ پیدا کر رہے ہیں کہ اسے رکھنے کے لیے جگہ کم پڑ جاتی ہے۔ لہٰذا نئے سال اور عید میلادالنبی کے ساتھ آپ کو یوم جمہوریہ بھی مبارک ہو۔ آپ کا

(ڈاکٹر خواجہ محمد اکرام الدین)

نظم

کنول ڈبائیوی (مرحوم)

چھبیس جنوری ہے

گلشن میں رت نئی ہے
ہر سمت بے خودی ہے
ہر گل پہ تازگی ہے
مسرور زندگی ہے
چھبیس جنوری ہے

چھبیس جنوری ہے

آنکھوں میں رنگِ نَو ہے
باطل سے جنگِ نَو ہے
ساز اور چنگِ نَو ہے
ہر در پہ سنگِ نَو ہے
پرکیف زندگی ہے

چھبیس جنوری ہے

میں گنگنا رہا ہوں
مستی میں گا رہا ہوں
خوشیاں منا رہا ہوں
عالم پہ چھا رہا ہوں
دل محوِ بے خودی ہے

چھبیس جنوری ہے

ہر سو خوشی ہے چھائی
سب نے مراد پائی
پھر جنوری ہے آئی
یومِ عوام لائی
ساعت مراد کی ہے

چھبیس جنوری ہے

ہندوستان خوش ہے
ہر پاسبان خوش ہے
ہر نوجوان خوش ہے
سارا جہان خوش ہے
اک جوشِ سرمدی ہے

چھبیس جنوری ہے

• کنول ڈبائیوی کے کلّیات 'مضراب' سے

نصرت ظہیر

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا

پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نسلِ انسانی کی وہ عظیم ہستی ہیں جن کا نام انسانیت کی تاریخ میں ہمیشہ روشن اور تابندہ رہے گا۔ ان کی ذات اس دنیا کے دوسرے سب سے بڑے مذہب اسلام کو ماننے والے کروڑوں مسلمانوں کے لیے ہی مقدس اور محترم نہیں ہے بلکہ دوسرے عقیدوں اور نظریوں کو ماننے والے بھی ان کا احترام کرتے ہیں۔ دنیا بھر کے فلسفیوں، دانش وروں اور عالموں نے حضرت محمدؐ کی شخصیت اور ان کے کردار وعمل کی کھل کر تعریف کی ہے اور مانا ہے کہ صرف اپنی عرب قوم کو ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کو بدلنے میں ان کی شخصیت کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی حقیقت ہے کہ جیسی والہانہ محبت اور عقیدت انھیں دنیا بھر میں حاصل ہوئی ہے ویسی محبت اس دنیا کے کسی اور انسان کے حصے میں نہیں آئی۔

حضرت محمدؐ 570 سن عیسوی کو مکہ معظّمہ کے معزز ہاشمی خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام عبداللہ تھا جن کا آپ کی ولادت سے چھ ماہ پہلے ہی انتقال ہوگیا تھا۔ حضرت آمنہ آپ کی والدہ محترمہ تھیں۔ ہاشمی قبیلے کا مکہ میں بڑا احترام تھا لیکن حضرت محمدؐ کی پیدائش کے دنوں میں وہ کوئی دولت مند خاندان نہیں رہ گیا تھا۔ عربوں کے رواج کے مطابق آپ کو ولادت کے بعد عرب ریگستانوں میں رہنے والے بدوؤں کے درمیان پرورش کے لیے بھیج دیا گیا کیونکہ ان دنوں یہ مانا جاتا تھا کہ ریگستان کی آب وہوا نومولود بچوں کی صحت کے لیے اچھی ہوتی ہے۔ دائی حلیمہ انھیں اپنے ساتھ لے گئیں اور ان ہی کے دودھ پر آپ کی پرورش شروع ہوئی۔ یہ سلسلہ دو سال چلا۔ جب آپ چھ سال کے تھے تو والدہ محترمہ حضرت آمنہ بھی کچھ عرصہ بیمار رہ کر وفات پاگئیں اور حضرت محمدؐ پوری طرح یتیم ہوگئے۔ تب آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ کی پرورش کی ذمہ داری لی۔ لیکن

جب 8 سال کے تھے تو دادا کا بھی انتقال ہوگیا اور آپ کے چچا ابوطالب کی نگرانی میں آپ کی پرورش ہونے لگی۔ کچھ اور بڑے ہوئے تو آپ چچا کے کاروبار میں دل چسپی لینے لگے جو پیشے سے تاجر تھے۔ آپ ان کے ساتھ ملک شام کے تجارتی سفر پر بھی گئے۔ اس طرح آپ کو تجارت کی باریکیاں معلوم ہوئیں اور تجربہ بڑھتا گیا۔ اس دوران آپ کے کردار کی خوبیاں لوگوں پر کھلنے لگیں۔ آپ کی عادت تھی کہ جس سے جو وعدہ کرتے اسے پورا بھی کرتے تھے۔ ہمیشہ سچ بولتے تھے۔ لوگ ان کے پاس اپنی امانتیں رکھوا دیتے، جو بعد میں انھیں جوں کی توں واپس مل جاتی تھیں۔ اس صفت نے انھیں 'الامین' کا خطاب دلوا دیا جو آپ کی عرفیت بن گیا۔ چونکہ سچ بولتے تھے اس لیے آپ کو 'الصادق' بھی کہا جانے لگا۔ کہتے ہیں کہ سن 595 عیسوی میں آپ کی یہ خوبیاں 40 سال کی ایک بیوہ اور دولت مند خاتون حضرت خدیجہؓ کے کانوں تک پہنچیں تو انھوں نے آپ سے شادی کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے یہ رشتہ منظور کرلیا اور یوں آپ کی ایک خوش گوار شادی شدہ زندگی کا آغاز ہوگیا۔

حضرت محمدؐ ایک سچے، دیانت دار اور سادگی پسند انسان ہونے کے علاوہ خوش تدبیر بھی تھے اور مشکل مسئلوں کو آسانی سے سلجھا دیتے تھے۔ ایسا ہی ایک واقعہ سن 605 عیسوی میں مکہ میں پیش آیا جب خانہ کعبہ کی مرمت کے لیے اس میں لگے ہوئے مقدس سیاہ پتھر 'حجر اسود' کو دیوار سے نکال لیا گیا۔ مرمت مکمل ہونے پر حجر اسود کو دوبارہ اسی جگہ دیوار میں رکھا جانے لگا تو اس وقت کے چار بڑے عرب قبیلوں میں اس بات پر تکرار ہوگئی کہ کس قبیلے کو پتھر اٹھا کر رکھنے کا اعزاز ملنا چاہئے۔ آخر ان میں طے پایا کہ اب جو بھی اگلا شخص کعبے کے احاطے میں داخل ہوگا اس سے یہ طے کرنے کو کہا جائے گا کہ یہ اعزاز کس قبیلے کو دیا جائے۔ اتفاق سے داخل ہونے والا اگلا شخص کوئی اور نہیں خود حضرت محمدؐ تھے۔ مسئلہ سامنے آنے پر آپ نے ان سے ایک بڑی چادر لانے کو کہا اور پتھر چادر کے بیچوں بیچ رکھ دیا گیا۔ اس کے بعد چاروں قبیلوں کے سرداروں نے آپ کے کہنے پر چادر کا ایک ایک کونا پکڑا اور یوں پتھر کو اٹھا کر کعبے تک لے گئے، جہاں حضرتؐ نے خود اپنے ہاتھوں سے پتھر کو اٹھا کر دیوار میں اس کے اصل مقام پر رکھ دیا۔ یوں سبھی قبیلوں کو یہ اعزاز مل گیا اور سبھی حضرت محمدؐ کی سوجھ بوجھ کے قائل ہوگئے۔ یہ آپ کو نبوت ملنے، یعنی خدا کا نبی قرار دیے جانے سے پانچ سال پہلے کا واقعہ ہے۔ آپ کسی مدرسے یا مکتب کے پڑھے لکھے عالم فاضل شخص نہیں تھے اس کے باوجود غور وفکر کر کے دنیا کے معاملات کو سمجھنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ اکثر آپ مکہ کے قریب ایک پہاڑی جبل النور کے غار میں چلے جاتے جسے غار حرا کہتے تھے اور وہیں بیٹھ کر اپنے دل و دماغ میں اٹھنے والے سوالوں کے جواب سوچتے رہتے۔ اسی غار میں آپ کو نبوت حاصل ہوئی اور قرآن کی پہلی آیتیں وحی کی صورت میں نازل ہوئیں۔ تب آپ کی عمر 40 برس تھی۔

شروع میں آپ کو صرف گھر کے لوگوں اور عزیزوں نے خدا کا

پیغمبر تسلیم کیا۔ حضرت خدیجہؓ آپ پر ایمان لانے والوں میں پہلی تھیں۔ بعد میں نبوت کا باقاعدہ اعلان ہونے پر آپ نے بہت سی تکلیفیں اٹھائیں۔ مکہ کے بت پرستوں کی سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ آپ نے نہ صرف خدا کے ایک ہونے کا یعنی توحید کا اعلان کیا بلکہ بت پرستی کی بھی مخالفت کی اور جن فرضی خداؤں کے بت کعبہ میں رکھ دئے گئے تھے ان سب کو جھوٹا بھی بتایا۔ اس کے علاوہ آپ واحد خدا کے دین کو اپنانے کی تبلیغ کرتے تھے جس میں ایک ہی خدا کی عبادت، مجبوروں اور بے سہاروں کی مدد، اور لوگوں کے ساتھ اچھے برتاؤ پر زور دیا گیا تھا اور لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کرنے سے روکا گیا تھا۔ مکہ کے لوگوں اور عرب کے دوسرے قبیلوں نے اس نئے مذہب کو اپنے باپ داداؤں کے مذہبوں کے لیے زبردست خطرہ سمجھا اور وہ حضرت محمدؐ اور ان کے ساتھیوں پر سخت ظلم ڈھانے لگے۔ مکہ والوں کے ظلم سے نجات پانے اور ان کے ساتھ لڑائی جھگڑے کو ٹالنے کے مقصد سے آپ نے خدا کے حکم سے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مکہ سے ہجرت کر کے کہیں اور چلے جانے کا فیصلہ کر لیا اور یہ سبھی لوگ مدینہ چلے گئے جس کا نام ان دنوں یثرب تھا۔ یہ اسلامی تاریخ کا بے حد اہم واقعہ تھا کیونکہ اسی فیصلے نے مذہب اسلام کو طاقت دی اور اسے ہر طرف پھیلانے کا راستہ صاف کیا۔ یہ واقعہ ستمبر 622 عیسوی میں ہوا جس سے اسلامی کیلنڈر 'ہجری' Hijra شروع ہوتا ہے۔ مدینے میں پیغمبر اسلام کا والہانہ استقبال ہوا اور وہیں آپ نے اسلام کی پہلی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس کے بعد بڑی تیزی سے عرب سرزمین پر اسلام کا اثر پھیلنا شروع ہوا اور مدینہ میں قیام کے آٹھ سال بعد 630 عیسوی میں آپ نے بڑے پر امن طریقے سے اسی مکہ شہر پر فتح حاصل کر لی جہاں ہجری کیلنڈر کے مطابق 12 ربیع الاول کو آپ کی ولادت ہوئی تھی اور جہاں کے لوگوں نے تکلیفوں میں مبتلا کر کے آپ کو ہجرت پر مجبور کر دیا تھا۔ کوئی اور فاتح ہوتا تو وہ اس شہر کے لوگوں سے گن گن کر بدلے لیتا لیکن فاتح مکّہ کوئی اور نہیں بلکہ اس ہستی کی ذات تھی جسے تمام نسل انسانی کے لیے رحمت کا لقب دیا گیا ہے۔ آپ نے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پورے شہر میں عام معافی کا اعلان کیا اور کسی کی جان نہیں لی۔ آپ کے حسن سلوک کا ایسا اثر ہوا کہ مکہ کی تقریباً تمام آبادی نے اسلام قبول کر لیا اور کعبے سے تمام بت ہٹا دئے گئے۔ فتح مکہ کے بعد دو سال تک آپ زندہ رہے اور مختصر علالت کے بعد مدینہ میں 8 جون 632 کو آپ نے وفات پائی۔ اس وقت تک تمام سرزمین عرب پر اسلام قبول کیا جا چکا تھا۔

جنگ اور لڑائی سے رسول اللہؐ کو نفرت تھی۔ لیکن ظالم اور ظلم کا سامنا کرنے کے لیے جنگ کے سوا کوئی بھی راستہ باقی نہ رہے تو جنگ کے لیے بھی آپ نے شریفانہ اصول مقرر کر دیے تھے اسلام کی پہلی جنگ، 'جنگ بدر' میں ہی آپ نے ان اصولوں کو نافذ کر دیا۔ مثلاً، پیڑ نہ کاٹے جائیں، کھیت نہ اجاڑے جائیں، عورتوں، بچوں اور بزرگوں پر ہتھیار نہ اٹھائے جائیں بلکہ ان کی حفاظت کی جائے، کنویں اور تالاب کے پانی میں زہر نہ ملایا جائے، جنگ کرنے والا جو شخص امان کا طالب ہو اسے پناہ دی جائے، جنگ کے دوران قید کئے گئے لوگوں سے اچھا سلوک کیا جائے، ان جنگی قیدیوں میں جو شخص پڑھا لکھا ہو اور مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھانے کے لیے تیار ہو اسے آزاد کر دیا جائے...

حضرت محمدؐ کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ کے ہر عمل میں سادگی پائی جاتی تھی۔ ہر معاملے میں آپ امن، سلامتی اور سماج کی بھلائی کو اوپر رکھتے تھے۔ جنگ اور لڑائی سے آپ کو نفرت تھی۔ لیکن ظالم اور ظلم کا سامنا کرنے کے لیے جنگ کے سوا کوئی

بھی راستہ باقی نہ رہے تو جنگ کے لیے بھی آپ نے شریفانہ اصول مقرر کر دیے تھے۔ اسلام کی پہلی جنگ، 'جنگِ بدر' میں ہی آپ نے ان اصولوں کو نافذ کر دیا۔ مثلاً، پیڑ نہ کاٹے جائیں، کھیت نہ اجاڑے جائیں، عورتوں، بچوں اور بزرگوں پر ہتھیار نہ اٹھائے جائیں بلکہ ان کی حفاظت کی جائے، کنویں اور تالاب کے پانی میں زہر نہ ملا یا جائے، جنگ کرنے والا جو شخص امان کا طالب ہو اسے پناہ دی جائے، جنگ کے دوران قید کئے گئے لوگوں سے اچھا سلوک کیا جائے، ان جنگی قیدیوں میں جو شخص پڑھا لکھا ہو اور مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھانے کے لیے تیار ہو اسے آزاد کر دیا جائے وغیرہ۔

مزدوروں، محنت کشوں اور بے سہاروں کے لیے آپ کے دل میں بڑا درد تھا۔ چنانچہ آپ کہا کرتے تھے کہ مزدور کو اس کی اجرت اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دینی چاہیے۔ اسی طرح آپ کی ایک حدیث یہ ہے کہ پڑوسی کے گھر میں اگر چولہا نہ جلا ہو، یعنی اس کے پاس کھانے کو کچھ بھی نہ ہو تو مسلمان پر کھانا حرام ہے۔ جھوٹ کو آپ تمام برائیوں کی جڑ مانتے تھے اور آپ کا کہنا تھا کہ اگر انسان جھوٹ بولنا چھوڑ دے تو تمام برائیوں اور گناہوں سے نجات پا جائے گا۔ آپ کی فکر اور آپ کے عمل کی یہی سادگی تھی جس نے پوری دنیا کے لوگوں پر گہرا اثر ڈالا۔ جس طرح آپ نے یہ تعلیم دی کہ خدائے واحد صرف مسلمانوں کا خدا نہیں اور قرآن میں اسے ربّ المسلمین نہیں بلکہ ربّ العالمین، یعنی تمام دنیاؤں کا رب کہا گیا ہے اسی طرح خود حضرت محمدؐ بھی صرف مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ تمام دنیا کے لیے رحمت بن کر آئے تھے۔ چنانچہ آپ کو بھی 'رحمت اللمسلمین'، نہیں بلکہ رحمت اللعالمین کا لقب دیا گیا ہے۔

تمام دنیا میں مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ آپ کی ولادت کے دن (12 ربیع الاول) کو ہر سال عید میلاد النبی کے طور پر مناتا ہے۔ ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش میں بے حد جوش وعقیدت سے محمدی جلوس نکالے جاتے ہیں، غریبوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے، مسجدوں اور گھروں میں چراغاں ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ حضرت محمدؐ کی پاک زندگی کے واقعات کا بیان ہوتا ہے، سیرت النبی کے جلسے منعقد ہوتے ہیں، نعتیہ مجلسیں اور میلاد کی محفلیں ہوتی ہیں جن میں آپ کی تعریف و تحسین میں لکھے گئے شعر اور سلام پڑھے جاتے ہیں۔

انڈونیشیا میں جس اہتمام اور جوش کے ساتھ ولادت رسول کی عید منائی جاتی ہے اور جس طرح انڈونیشیائی مسلمان رسول اللہ سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں اس کی مثال پوری دنیا میں نہیں ملتی۔ ایران، شام، عراق جیسے خلیجی ملکوں کے علاوہ افریقی ملکوں ٹیونیشیا، کینیا، تنزانیہ، اور مصر وغیرہ میں بھی اس روز جشن ہوتے ہیں۔ کینیا اور تنزانیہ میں اس دن کے جشن کو 'مولیدی' کہتے ہیں۔ یوروپ اور امریکہ کے درجنوں ملکوں میں جہاں جہاں مسلمانوں کی آبادی ہے وہاں مسلمان بڑے اہتمام سے اس عید کو مناتے ہیں اور مسجدوں و گھروں میں چراغاں کیا جاتا ہے۔ □

شائستہ انجم نوری

مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا...

رحم دلی اور رواداری کے دو دل نواز منظر

پہلا منظر:

ایک بڑھیا بڑی گٹھری میں اپنا سب سامان باندھ کر جلدی جلدی شہر سے دور نکل جانا چاہتی ہے کیونکہ اسے اندیشہ ہے کہ اگر اس نے دیر کی تو اس کے باپ داداؤں کا دین اس سے چھن جائے گا۔ گٹھری کافی وزنی ہے اس کا بوجھ وہ اٹھا نہیں پا رہی ہے۔ کبھی سر پر رکھتی ہے کبھی اسے گھسیٹنے لگتی ہے اور کبھی تھک کر زمین پر بیٹھ جاتی ہے۔ چالیس برس کا ایک خوبرو صحت مند جوان اس بڑھیا کو غور سے دیکھ رہا ہے، اور اس کی پریشانی کو بھی بھانپ رہا ہے۔ وہ اچھی طرح جان رہا ہے کہ بڑھیا اتنی وزنی گٹھری اٹھا کر نہیں لے جا سکے گی۔ وہ لپک کر اس بڑھیا کے پاس جاتا ہے اور اس سے گذارش کرتا ہے۔

''اماں! یہ بھاری بوجھ آپ سے نہیں اٹھ پائے گا۔ میں آپ کی پریشانی محسوس کر رہا ہوں۔ یہ گٹھری آپ مجھے دے دیں میں اسے آپ کی منزل تک پہنچا دوں گا۔''

بوڑھی عورت اجنبی کو دیکھ کر پہلے انکار کرتی ہے پھر اس کی میٹھی زبان اور اپنائیت بھرے لہجے کے اثر میں اپنا سارا بوجھ اس کے سر پر ڈال دیتی ہے۔ وہ شخص بڑی محبت سے بڑھیا کی وزنی گٹھری کو اپنے سر پر لاد کر اس کی منزل تک پہنچا دیتا ہے۔

بڑھیا منزل پر پہنچ کر سکون سے سانس لیتی ہے اور اس شخص سے کہتی ہے ''بیٹا تم نے میرے ساتھ بڑی ہمدردی کی۔ بغیر کسی جان پہچان کے میری مدد کی اور میرا بوجھ اٹھا کر یہاں تک پہنچایا۔ چونکہ تم نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے اس لئے ایک پتے کی بات بتا کر نصیحت کرتی ہوں۔'' وہ رکی پھر لمبی سانس لے کر بولی۔ ''بیٹا شہر میں ایک شخص آیا ہے جو ہمارے بزرگوں کے دین کو جھوٹا کہتا ہے اور وہ لوگوں کو ہمارے خداؤں لات و منات کی عبادت کرنے سے روکتا ہے۔ وہ ایک ہی معبود اور ایک ہی خدا کی بات کرتا ہے اور نئے دین کی دعوت دیتا ہے۔ میں اسی کے ڈر سے شہر چھوڑ کر بھاگ آئی ہوں تاکہ اپنے خاندان اور بزرگوں کے دین کی حفاظت کر سکوں۔''

یہ کہہ کر بڑھیا رکی اور پھر اسے گُر کی بات بتانے لگی۔ ''میری نصیحت ہے کہ تم اس شخص سے بچ کر رہنا جس کا نام محمدؐ ہے۔''

اس شخص نے خندہ پیشانی سے بڑھیا کی نصیحت سنی اور اس کا شکریہ ادا کیا۔ واپسی کے لئے اجنبی جیسے ہی مڑا بڑھیا نے ہڑبڑا کر پوچھا۔

''رکو بیٹا! تم نے مجھ بڑھیا پر احسان کیا اور میں اپنے محسن کا نام بھی نہ پوچھ سکی۔ تم اپنا نام تو بتاتے جاؤ۔''

اجنبی نے بے حد اپنائیت اور نرمی سے جواب دیا۔ ''اماں! میرا ہی نام محمدؐ ہے جس سے بچنے کے لیے آپ یہاں آئی ہیں۔''

یہ سننا تھا کہ بڑھیا کے پاؤں کے نیچے سے زمین سرکنے لگی اور آسمان گھومتا ہوا محسوس ہوا۔ وہ کھڑی نہ رہ سکی اس کی سانس زور زور سے چلنے لگی اور وہ زمین پر بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر میں اس نے خود پر قابو پایا پھر ایک لمبی سانس لیتی ہوئی بولی۔

''اگر تم ہی محمدؐ ہو جو ایک نیا دین لے کر آیا ہے تو میں تمہارے دین پر ایمان لاتی ہوں۔ کیونکہ جس کا اخلاق اتنا عمدہ ہو جو اپنے دشمنوں کے ساتھ اتنا بہتر سلوک کرتا ہو تو اس کا بتایا ہوا دین خراب نہیں ہوسکتا۔''

دوسرا منظر:

ایک بوڑھی عورت پورے محلّہ میں اپنی خباثت کے لیے جانی جاتی ہے۔ ایک شخص سے وہ بڑی نفرت کرتی ہے۔ اپنی نفرت ظاہر کرنے لیے وہ پورے محلّہ کا سارا کوڑا کرکٹ جمع کرتی ہے اور روز اُس شخص کے آنے کا انتظار کرتی ہے کیونکہ اسے معلوم ہے کہ روزانہ وہ اُسی راستے سے گذرتا ہے۔ جیسے ہی وہ شخص اس کے سامنے سے گذرنے لگتا ہے وہ اپنی چھت سے سارا کوڑا کرکٹ اس کے سر پر انڈیل دیتی ہے اور فخریہ نگاہوں سے لوگوں کی طرف دیکھ کر کافی خوش ہوتی ہے۔ مگر وہ شخص اپنے اوپر گندگی پھینکے جانے پر بھی کسی طرح کے غصے کا اظہار نہیں کرتا۔ صرف نظر اٹھا کر اس بوڑھی عورت کو دیکھتا ہے اور اپنا بدن صاف کرتے ہوئے آگے بڑھ جاتا ہے۔

یہ واقعہ ایک دو دن کا نہیں ہے بلکہ بڑھیا کے لیے روز کا معمول بن گیا ہے۔ اس شخص کو ہر بار اس راستے سے گذرتے ہوئے گندگی پھینکے جانے کا خیال رہتا ہے۔ ایک بار جب وہ اس راستے سے گذرتا ہے تو اس پر کوڑا کرکٹ نہیں پھینکا جاتا۔ وہ حیرت سے نظر اٹھا کر دیکھتا ہے تو چھت پر بڑھیا بھی دکھائی نہیں دیتی۔ دوسرے اور تیسرے دن

بھی جب اس پر حسبِ معمول کوڑا کرکٹ نہیں پھینکا جاتا تو اسے بڑھیا کی فکر ہو جاتی ہے۔ وہ رک کر پڑوسیوں سے پوچھتا ہے:

''وہ بوڑھی اماں جو روزانہ مجھ پر کوڑا کرکٹ پھینکتی تھیں وہ کئی دنوں سے نظر نہیں آ رہی ہیں۔ آخر ماجرہ کیا ہے؟ وہ کسی پریشانی میں تو نہیں ہیں؟''

لوگوں نے جواب دیا۔

''اس بڑھیا کی خباثت سے تم واقف ہو۔ وہ لوگوں کو دکھ پہنچا کر خوش ہوتی ہے۔ اس نے اپنی حرکتوں سے سب کو اپنا دشمن بنالیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تین دنوں سے بیمار پڑی ہے اور کوئی اس کا حال پوچھنے والا نہیں ہے۔''

یہ سن کر اس شخص کے چہرے پر دکھ اور ہم دردی کے اثرات نظر آتے ہیں اور وہ لوگوں سے التجا کرتا ہے۔

''براہِ کرم مجھے اس بوڑھی اماں تک لے چلیے۔''

''اس بڑھیا کی خباثت سے تم واقف ہو۔ وہ لوگوں کو دکھ پہنچا کر خوش ہوتی ہے۔ اس نے اپنی حرکتوں سے سب کو اپنا دشمن بنالیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تین دنوں سے بیمار پڑی ہے اور کوئی اس کا حال پوچھنے والا نہیں ہے۔''
یہ سن کر اس شخص کے چہرے پر دکھ اور ہم دردی کے اثرات نظر آتے ہیں اور وہ لوگوں سے التجا کرتا ہے۔
''براہِ کرم مجھے اس بوڑھی اماں تک لے چلیے۔''...

لوگ حیران تھے کہ یہ شخص کس مٹی کا بنا ہے کہ تکلیف پہنچانے والے کے لیے بھی اس کے دل میں اتنی ہمدردی ہے۔ اسے بڑھیا کے پاس لے جایا گیا۔ بڑھیا کا پورا جسم بخار سے تپ رہا ہے۔ اس کا بدن درد سے ٹوٹا جا رہا تھا اور وہ کراہ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بھی بند تھیں۔ اس شخص نے بہت ہی محبت اور اپنائیت سے بڑھیا کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ بڑھیا نے آنکھ کھول کر دیکھا اس کے سامنے وہ شخص کھڑا تھا جس پر وہ روزانہ گندگی پھینکا کرتی تھی۔ اس نے بڑھیا کی نہ صرف تیمارداری کی بلکہ اسے دوا کے ساتھ کھانے کو بھی دیا۔ اسے سہارا دے کر بٹھایا اور پانی بھی پلایا۔

بڑھیا حیرت زدہ تھی کہ جس شخص کو وہ روزانہ اذیت دیتی تھی وہ اس کی تیمارداری کر رہا ہے اور محلّے کے لوگ جن کی خوشی کے لیے وہ اسے تنگ کرتی ہے اس کا حال پوچھنے تک نہیں آئے۔ وہ بڑھیا کی خدمت کرنے کے بعد جب دوبارہ آنے کی بات کہہ کر جانے لگا تو بڑھیا نے بے اختیار اپنے 'دشمن' کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا:

''جس شخص کا اخلاق اتنا عمدہ ہو، جو اپنے دشمنوں کو معاف کرتا ہو اور مصیبت کے وقت ان کی تیمارداری کرتا ہو وہ شخص اور اس شخص کا لایا ہوا دین خراب نہیں ہو سکتا؟''

بوڑھی عورت بے حد پشیمان نظر آ رہی تھی۔ آخر اس نے ایک فیصلہ کیا اور بولی...

''اے محمدؐ! آج میں تم پر اور تمہارے دین پر ایمان لاتی ہوں اور سچّے دل سے کہتی ہوں: لا الہ اللہ محمد الرسول اللہ۔''

بچو، آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ یہ شخص کوئی اور نہیں، پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، جنھوں نے ہتھیاروں اور حکومت کی طاقت سے نہیں بلکہ اپنے حسن سلوک، اخلاق، درد مندی، دیانت داری، سادگی، نرم دلی اور حق پرستی سے لوگوں کے دلوں کو جیتا تھا۔ ہم سب کا فرض ہے کہ ان کی زندگی سے سبق حاصل کریں، ان کے دکھائے ہوئے راستوں پر چلیں، دکھ درد میں لوگوں کے کام آئیں، بزرگوں کی خدمت کریں اور اپنے مخالفوں اور دشمنوں سے بدلہ لینے کی بجائے رحم دلی سے کام لے کر انھیں اپنا ہم نوا بنائیں۔ □

♦ ڈاکٹر شائستہ انجم نوری اردو ڈپارٹمنٹ ٹی پی ایس کالج چریا، پٹنہ بہار 800001

نیا سال مبارک

◻ نصر محمد توحید الحق

لو پھر سے آگیا ہے نیا سال دوستو

ہیں ولولے نئے تو امنگیں نئی نئی
اک دو نہیں ہیں یار بنے ہیں کئی کئی
آؤ ملائیں تال سے پھر تال دوستو

کیسے سجے ہوئے ہیں یہ بازار دیکھیے
ہیں سیکڑوں یہاں پہ خریدار دیکھیے
ہے نیک سب کے واسطے یہ فال دوستو

کرنے ہیں جتنے شوق سے سب کیجیے وہ کام
قانون کا بھی کرتے رہیں دل سے احترام
یوں زندگی بنائیں نہ جنجال دوستو

مہنگائی کم ہو اور کرپشن بھی دور ہو
غم سے ملے نجات دلوں میں سرور ہو
ہے یہ دعا کہ سب رہیں خوش حال دوستو

لو پھر سے آگیا ہے نیا سال دوستو

♦ محمد توحید الحق نزد اردو پرائمری اسکول کامٹی ناگپور مہاراشٹر 441002

نئے سال کی پلاننگ

◻ ظہیر قدسی

نئے سال کی کچھ پلاننگ کریں
ہمیں کرنا کیا کیا ہے یہ سوچ لیں
نئے سال میں سب پڑھیں سب لکھیں
کسی سے نہ دنیا میں پیچھے رہیں
نئے سال میں سب یہ کوشش کریں
جلے علم کی شمع ہر گاؤں میں
بڑے چھوٹے ہر اک کو روٹی ملے
کوئی بھی وطن میں نہ بھوکا رہے
سبھی ہاتھ میں ہاتھ لے کر چلیں
محبت کے ہر سمت دیپک جلیں
چلو آج یہ عہد مل کر کریں
نئے سال کو ایسا ماحول دیں
رہیں جس میں ہر اک کے دن خوش گوار
ظہیر اپنی راتیں بھی ہوں مشک بار
ملے جو بھی کوئی دعا اس کو دو
مبارک نیا سال ہو آپ کو

♦ ظہیر قدسی 208 شنی وار وارڈ آزاد چوک پنچ قندیل مالیگاؤں مہاراشٹر 423203

راجکماری شنکر
مترجم: نامی انصاری

گاندھی جی جب بچّے تھے

دنیا کے بڑے لوگوں کے بڑے ہونے کی کچھ نشانیاں ان کے بچپن میں ہی سامنے آنے لگتی ہیں اور یہی نشانیاں بعد میں ان کی عظمت کی بنیاد ثابت ہوتی ہیں۔ مہاتما گاندھی، جنھیں 1948 میں اسی جنوری مہینے کی 30 تاریخ کو ایک مذہبی جنونی نے قتل کر دیا تھا، دنیا کی ایسی ہی عظیم ہستیوں میں شامل ہیں جن کے بچپن کی باتوں سے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ وہ شروع سے ہی سب سے الگ سوچ رکھتے تھے۔

مغربی ہندوستانی کے پور بندر شہر میں کاٹھیاواڑ کے سمندری کنارے پر واقع ایک چھوٹے اور صاف ستھرے گھر میں موہن داس کرم چند گاندھی 2 اکتوبر 1869 کو پیدا ہوئے۔ ان کے والد کرم چند گاندھی تھے اور والدہ کا نام تھا پتلی بائی۔ بچپن میں گاندھی جی کا قد چھوٹا اور رنگ سانولا تھا اور وہ ہندوستان میں پیدا ہونے والے دوسرے لاکھوں بچوں سے مختلف نظر نہیں آتے تھے۔ پھر بھی وہ ایک عام بچے نہیں تھے۔ پور بندر ایک پرانی سمندری بندرگاہ ہے جو باردا پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے۔ قدیم زمانے میں بھی جہاز دور دراز علاقوں سے وہاں تجارت کرنے کے لئے آتے جاتے تھے۔ یہ گاندھی خاندان کا آبائی گھر تھا۔ موہن داس کے دادا اور والد اپنی قابلیت اور اچھے کردار کے لئے مشہور تھے۔

کرم چند گاندھی

دادا اُتم چند گاندھی نرم مزاج کے تاجر خاندان سے تھے جو پور بندر کے دیوان بن گئے تھے۔ ان کے بعد ان کے بیٹے کرم چند گاندھی جو کابا گاندھی کے نام سے مشہور تھے اس عہدے پر مقرر ہوئے۔ کرم چند گاندھی نے اسکولی تعلیم برائے نام حاصل کی مگر ان کے علم اور تجربے نے انھیں ایک اچھا منتظم بنا دیا۔ وہ بہادر اور مہربان تھے۔ مگر ان میں ایک کمی تھی کہ وہ کچھ بدمزاج بھی تھے۔

کرم چند کی اہلیہ پتلی بائی کٹّر مذہبی خاتون تھیں۔ وہ روز مندر میں جا کر عبادت کرتی تھیں۔ وہ محبت کرنے والی اور مضبوط ارادے والی خاتون تھیں اور اپنی ذہانت اور اچھی سمجھ کے لیے ہر طرف قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔ لوگ اکثر مختلف کاموں میں ان کی صلاح لیتے تھے۔

پتلی بائی

موہن داس، کابا گاندھی کے چھ بچوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ وہ خاندان والوں کے چہیتے بچے تھے جو انھیں مونیا کے نام سے پکارتے تھے۔ مونیا اپنی ماں کو بہت چاہتے تھے۔ وہ

والد کو بھی بہت چاہتے تھے مگر ان سے کچھ ڈرتے بھی تھے۔

بچپن میں مونیا کم ہی گھر پر رہنا پسند کرتے تھے۔ وہ گھر کھانے جاتے اور فوراً ہی واپس آ کر باہر کھیلنے لگتے۔ اگر ان کا کوئی بھائی انھیں چھیڑتا یا شرارت سے ان کے کانوں کو کھینچتا تو وہ اس کی شکایت ماں سے کرنے کے لئے گھر دوڑ جاتے تھے۔

ماں پوچھتیں: ''تم نے اسے مارا کیوں نہیں؟''

مونیا کا فوراً جواب ہوتا: ''ماں جی! تم مجھے دوسرے لوگوں کو مارنے کی تعلیم کیسے دے سکتی ہو؟ میں اپنے بھائی کو کیوں ماروں؟ میں کسی کو بھی کیوں ماروں؟'' ان کی ماں اپنے لڑکے کے ان خیالات سے حیرت زدہ ہو جاتی تھیں کہ میرے چھوٹے بچے کے پاس یہ خیالات کہاں سے آئے ہیں؟

مونیا صرف سات ہی سال کا تھا جب اس کے والد نے پور بندر چھوڑ دیا اور راج کوٹ کے دیوان بن گئے۔ مونیا، پور بندر سے دور ہو گیا۔ راج کوٹ میں اسے پرائمری اسکول میں بھیجا گیا۔ وہ شرمیلا تھا اور دوسرے بچوں سے آسانی سے گھل مل نہیں پاتا تھا۔ ہر صبح وہ اسکول وقت سے جاتا اور اسکول ختم ہوتے ہی واپس گھر لوٹ آتا تھا۔ اس کی کتابیں ہی اس کی ساتھی تھیں اور وہ اپنا خالی وقت پڑھنے میں گزار دیتا تھا۔

مونیا کا ایک ہی دوست تھا جس کا نام اُکا Uka تھا۔ اُکا خاکروب یعنی جھاڑو دینے والا مہتر اور اچھوت تھا۔ ایک دن مونیا کو کچھ مٹھائیاں ملیں۔ وہ فوراً انھیں اُکا کو دینے کے لیے پہنچ گیا۔

اُکا نے کہا ''میرے قریب نہ آؤ، چھوٹے مالک۔''

''کیوں نہیں؟'' مونیا نے تعجب سے پوچھا۔

''میں کیوں تمہارے پاس نہیں آ سکتا؟''

''میں ایک اچھوت ہوں مالک۔'' اُکا نے جواب دیا۔

مونیا نے اُکا کے ہاتھوں کو پکڑتے ہوئے انھیں مٹھائیوں سے بھر دیا۔ اس کی ماں نے کھڑکی سے یہ سب دیکھا اور مونیا کو فوراً اندر آنے کا حکم دیا۔

''کیا تم نہیں جانتے کہ ایک اعلیٰ ہندو قوم والا ایک اچھوت کو

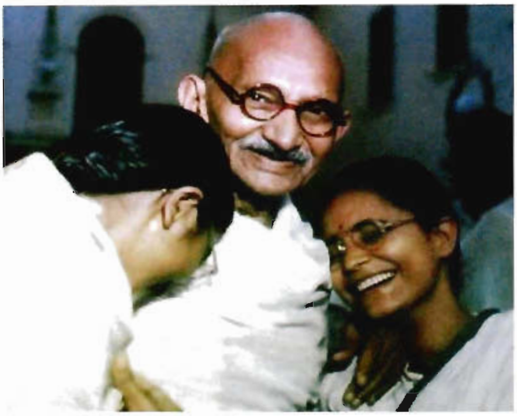

نہیں چھو سکتا۔'' انھوں نے سختی سے پوچھا۔

''مگر کیوں نہیں چھو سکتا ماں؟'' مونیا نے پوچھا۔

''کیوں کہ ہمارے ہندو رواج اس کی اجازت نہیں دیتے۔'' انھوں نے کہا۔

''میں آپ سے اتفاق نہیں رکھتا ماں جی۔ میں اُکا کو چھونے میں کوئی غلطی محسوس نہیں کرتا۔ وہ مجھ سے الگ طرح کا نہیں ہے نا؟''

اس کی ماں کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔

انھوں نے غصے سے کہا کہ ''جاؤ اور غسل کر کے پوجا کرو۔''

کرم چند گاندھی اپنے سبھی لڑکوں کو چاہتے تھے لیکن سب سے چھوٹے لڑکے کو کچھ زیادہ ہی پیار کرتے تھے۔ وہ اکثر اس سے کہتے تھے:

''تمہیں اسکول اور کالج جا کر کوئی پیشہ اختیار کرنا چاہئے۔''

مونیا نے سخت محنت کی اور اپنے سبق غور سے پڑھے۔ مگر وہ کوئی سبق رٹنا پسند نہیں کرتا تھا۔ اس لئے سنسکرت میں وہ کمزور رہا۔ جیومیٹری کو وہ سب سے زیادہ پسند کرتا تھا کیوں کہ اس میں عقلی دلائل زیادہ تھے۔ یہی وہ باتیں تھیں جنھوں نے گاندھی جی کو دنیا کی عظیم شخصیت بنایا۔ ان کی شہادت کے بعد عظیم سائنس داں آئنسٹائن نے کہا تھا: ''آنے والی نسلوں کو مشکل سے یقین سے آئے گا کہ ہماری زمیں پر ایک ایسا آدمی بھی کبھی تھا!'' □

قومی اردو کونسل کی طرف سے چھاپی گئی کتاب 'گاندھی کی کہانی' سے اقتباس جس کی مصنف راج کماری شنکر تھیں۔ ترجمہ کیا تھا نامی انصاری نے

□ حبیب ریتھ پوری

نیکیوں کے مٹکے

گرو جی اور چار شاگردوں کی دل چسپ مگر سبق آموز کہانی

صدیوں پہلے جب ہندوستان میں اسکول اور کالج نہیں تھے، راجہ مہاراجہ، وزیر اور امیر لوگ اپنے بچوں کو تعلیم کے لیے کسی رشی منی کے آشرم میں بھیج دیا کرتے تھے۔ تعلیم غریب اور عام لوگوں کی پہنچ سے دور کی چیز تھی۔ یہ آشرم عام طور پر آبادی سے دور جنگل میں پہاڑوں میں ہوتے تھے جہاں کی زندگی نہایت سادہ لیکن اصول وقوانین بہت ہی سخت ہوا کرتے تھے۔

آشرم میں مذہبی تعلیم دینے، لکھنا پڑھنا سکھانے اور ہتھیار چلانے کی تربیت دی جاتی تھی اور کئی طرح کے فن اور ہنر سکھائے جاتے تھے۔ تعلیم پوری ہونے کے بعد جب بچے اپنے گھروں کو واپس جاتے، اس وقت گرو جی انھیں آخری نصیحت یا اپدیش دیتے تھے۔

ایسے ہی ایک آشرم میں چار بچے تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ جب ان کی تعلیم پوری ہوگئی اور وہ اپنے گھر لوٹنے لگے تو ان کے گرو نے چاروں کو اپدیش دیا کہ ”اب تم لوگ اپنی عملی زندگی میں داخل ہونے والے ہو۔ جہاں ہر قدم پر نیکی اور بدی تمہارے سامنے ہوگی۔ میں تمھیں ایک ترکیب بتاتا ہوں۔ جس سے تم کو اپنی نیکی کا اندازہ ہوتا رہے گا۔ تم اپنے اپنے گھروں میں مٹی کا مٹکا رکھنا۔ جب تم کوئی نیکی کرو، بھلائی کرو، کسی کے ساتھ کوئی احسان کرو، ایک کنکر اس مٹکے میں ڈال دینا۔ اسی طرح تم اپنی نیکیوں کا حساب رکھ سکو گے۔“

چاروں اپنے اپنے گھروں کو واپس آ گئے۔ شادی بیاہ کے بعد اپنی اپنی زندگی میں مصروف ہو گئے۔ ایک بڑا عرصہ گذر گیا۔ ایک دن گرو جی اُن کے گاؤں میں آئے۔ چاروں کو گرو جی کے آنے کی بڑی خوشی ہوئی۔ انھوں نے بڑی عزت واحترام سے ان کا استقبال کیا، ان کی خدمت کی اور مختلف طریقوں سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔ استاد کو بڑی خوشی ہوئی کہ میری تعلیم نے ان کو اچھا انسان بنا دیا اور میری محنت کامیاب ہوگئی۔ انھوں نے اپنے چاروں شاگردوں سے ان کی آخری نصیحت کے بارے میں پوچھا، ”تم نے نیکیوں کا حساب رکھنے والی میری بات پر کتنا عمل کیا؟“

پہلے شاگرد نے انھیں اپنے گھر لے جا کر ایک کمرے میں رکھے ہوئے مٹکے دکھائے جو کنکروں سے بھرے ہوئے۔ گرو جی خوش ہو گئے۔ دوسرے شاگرد نے بھی اپنے گھر میں رکھے کنکروں سے بھرے مٹکے دکھائے۔ گرو کی خوشی اور زیادہ بڑھ گئی۔ تیسرے کے گھر میں بھی کنکروں سے بھرے مٹکے دیکھ کر گرو کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ وہ سوچنے لگے میرے شاگرد واقعی اچھے انسان بن گئے ہیں۔

مگر چوتھا شاگرد باقی تھا۔ کوئی آخری رائے قائم کرنے سے پہلے اس کی خبر لینا ضروری تھا۔ گرو جی اس کے گھر پہنچے تو وہاں بھی مٹکے رکھے ہوئے تھے۔ مگر انھیں یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ مٹکے خالی تھے۔ صرف

ایک مٹکے میں گنتی کی چند کنکریاں تھیں۔ استاد کو یہ دیکھ کر حیرت کے ساتھ ساتھ دکھ بھی ہوا کیونکہ انھیں اسی چوتھے شاگرد پر زیادہ ناز تھا، اور وہ اسے سب سے اچھا شاگرد سمجھتے تھے۔ مگر یہ کیا، وہ تو امید کے خلاف نکلا۔ گرو جی کو پریشان دیکھ کر باقی شاگردوں کے چہرے بھی بجھ گئے۔

تبھی چوتھے شاگرد نے گرو جی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی۔ اب تو سب کو یقین ہو گیا کہ یہ شاگرد اعتماد کے خلاف ہی نکلا۔ اس نے ہمت کر کے گرو سے پوچھا ''آپ ناراض کیوں ہو رہے ہیں۔''

گرو جی نے کہا ''مجھے تم پر بڑا ناز تھا۔ میں تم پر فخر کرتا تھا کہ تم ضرور میرا نام روشن کرو گے۔ بھلائی کے کاموں میں ان تینوں سے آگے رہو گے۔ مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے میری تعلیم سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ میرے کہے پر عمل نہیں کیا۔ میری تعلیم اور نصیحت کا تم پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ تم نے میری ایک بھی بات نہیں مانی، اور تمہاری نیکیوں اور بھلائیوں کے سب مٹکے خالی پڑے ہیں۔''

شاگرد نے ہاتھ جوڑ کر گرو جی کو پرنام کیا اور بہت ہی عاجزی اور انکساری سے کہنے لگا۔

''مہاراج مجھے معاف کر دیجئے۔ میں نے آپ کی صرف ایک ہی بات نہیں مانی۔ باقی سب نصیحتیں مانتا آیا ہوں۔ آپ کی دی ہوئی تعلیم کو میں نے ہمیشہ پورا کیا اور آپ کی تعلیم کے مطابق آئندہ بھی عمل کرتا رہوں گا۔ جو بات میں نے نہیں مانی اس کے لئے مجھے معاف کر دیجئے۔''

اس کی باتیں سن کر گرو جی کو بڑا تعجب ہوا۔ شاگرد بولتا رہا: ''آپ نے کہا تھا کہ نیکیوں کا حساب رکھنے کے لیے مٹکے میں کنکر ڈالتے رہنا، میں نے بس یہی بات نہیں مانی۔ آپ اس مٹکے میں جو گنتی کی چند کنکریاں دیکھ رہے ہیں، یہ میری نیکیاں نہیں برائیاں ہیں، جو مجھ سے ہو گئیں ہیں۔ میں نے زندگی میں جو کچھ بھی نیکیاں اور بھلائیاں کیں، انھیں اُسی وقت بھلا دیا کیونکہ وہ سب تو میرے فرض میں شامل تھیں۔ ان کا کیا حساب رکھتا! البتہ

برائیوں کو سامنے رکھنے کے لئے میں نے یہ کنکریاں جمع کیں ہیں۔''

استاد نے خوش ہو کر شاگرد کو گلے لگا لیا۔ باقی تینوں شاگردوں کی گردنیں جھک گئیں۔

مرکزی خیال مراٹھی سے

♦ حبیب ریتھ پوری ایڈووکیٹ، پوسٹ ریتھ پور تعلقہ مورس ضلع امراوتی مہاراشٹر 444704

□ محمد نصیر رمضان

امیر بچّے غریب بچّے

آج حاجی میاں کی کوٹھی رنگ ونور کے سیلاب میں ڈوبی ہوئی تھی۔ پانچ سوگز کے رقبے میں پھیلی ہوئی کوٹھی کی دیواروں پر چھت پر اورلان میں لگے درختوں پر بجلی کے قمقمے روشن تھے ایسا لگ رہا تھا جیسے ساری کوٹھی رنگوں میں نہائی ہوئی ہے۔اور آخر کیوں نہ ہوتی آج ان کے سب سے چھوٹے بیٹے ان کے لختِ جگر کی ساتویں سال گرہ جو تھی۔ حاجی رمضان صاحب کی پانچ اولادوں میں یہ سب سے آخری بیٹا تھا جو سات سال کے طویل عرصے بعد پیدا ہوا تھا۔ اس لئے شاہد حاجی رمضان صاحب اور گھر کے دوسرے لوگوں کی آنکھوں کا تارا تھا۔اور حاجی صاحب تو جیسے اس پر جان چھڑکتے تھے۔

حاجی صاحب کا شمار شہر کے امیر لوگوں میں ہوتا تھا۔ تین فیکٹریاں اور دوشوروم جو کہ شہر کے صدر بازار کی رونق تھے۔ ان کے تعلقات کم وبیش شہر کے تمام سیاسی افراد بزنس مین اور معاشرے میں اہم سمجھے جانے والے لوگوں سے تھے۔ ڈاکٹر، وکیل اور پولیس کے اہم عہدوں پر فائز افراد غرض کہ ان کی جان پہچان کے حلقے سے کوئی باہر نہیں تھا اور اس لئے آج ان کے بے حد عزیز بیٹے کی ساتویں سال گرہ کے موقع پر ان کی کوٹھی کے وسیع لان میں شہر کے جانے مانے افراد دیکھے جاسکتے تھے۔ بیٹے کی سال گرہ کا فنکشن بڑے پیمانے پر کیا گیا تھا۔ ویٹر، اِدھر سے اُدھر لپک کر مہمانوں کی مختلف چیزوں سے خاطر تواضع کررہے تھے۔ خود حاجی صاحب کوٹھی کے مین گیٹ پر کھڑے مہمانوں کا خیر مقدم کررہے تھے۔

کچھ مہمانوں کے آنے پر حاجی

میاں آگے بڑھے۔ ''آیئے...آیئے جناب...اب آئے ہیں آپ !؟'' انھوں نے شہر کے سب سے بڑے ٹھیکیدار سے بغل گیر ہوتے ہوئے کہا۔

''کیا کریں حاجی صاحب...ایک اور فنکشن سے نمٹ کر سیدھے یہیں چلے آرہے ہیں۔'' ٹھیکیدار صاحب نے ہنستے ہوئے کہا۔

پھر حاجی صاحب نے اندر تک مہمانوں کی رہنمائی کی جہاں کرسیوں پر بیٹھے مہمانوں کی خاطر تواضع کا انتظام تھا۔ بڑے سے پنڈال کے اندر چاروں طرف میزیں لگی تھیں جہاں کھانے پینے کی طرح طرح کی چیزیں سجی تھیں اور جن سے مہمانوں کی خاطر ہورہی تھی۔ یہ سلسلہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ چلتا رہا۔ پھر اس کے بعد آیا کیک کاٹنے کا مرحلہ۔ سارے مہمان پنڈال کے بیچ میں جمع ہوگئے ایک بڑی سی میز پر بڑا سا کیک سجا ہوا تھا جس پر سات رنگین موم بتیاں روشن تھیں۔

مگر یہ کیا...؟ جس کی سال گرہ پر یہ سارا فنکشن رکھا گیا وہی غائب تھا۔ ہر طرف چھوٹے صاحب زادے کی تلاش شروع ہوگئی۔ حاجی صاحب خود بیٹے کو دیکھنے لان کی طرف گئے۔ اچانک ان کی نظر کوٹھی کے قدرے آخری سرے پر پڑی۔ وہاں انھوں نے انیکسی کے کمروں کی طرف دو ویٹروں کو ہاتھوں میں ٹرے پر کھانے پینے کی چیزیں رکھ کر لے جاتے ہوئے دیکھا۔ ان کے پیچھے حاجی صاحب بھی انیکسی میں چلے آئے اور ویٹروں کے پیچھے ہی وہ بھی اندر داخل ہوئے۔ اندر کا منظر دیکھ کر ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

انھوں نے دیکھا ان کا لاڈلا پیارا بیٹا دری پر بیٹھا ہے اور اس کے ساتھ اُس کی اُسی کی عمر کے چھ یا سات بچّے بیٹھے فنکشن میں مہمانوں کو دی جانے والی چیزوں کا تھوڑا تھوڑا حصہ رکھے کھا رہے ہیں۔

حاجی صاحب نے سوالیہ نظروں سے ویٹر کی طرف دیکھا۔ ویٹر نے سر جھکا کر کہا، ''سر!...بابا نے کہا تھا...''

''یہ سب کیا ہے بیٹا؟'' انھوں نے اپنے بیٹے سے پوچھا جو اسی دوران اُٹھ کر کھڑا ہو چکا تھا۔

''ابّو یہ میرے دوست دوسرے اسکولوں میں پڑھتے ہیں۔ یہ لوگ غریب ہیں، مگر میرے اچھے دوست ہیں، ان کے ابّو ہمارے برابر کے نہیں ہیں۔ یہ لوگ کبھی ہمارے گھر نہیں آسکتے تھے۔ اس لیے میں نے چپکے سے یہاں بلوالیا۔'' بابا نے دبی دبی آواز میں اپنے انیکسی میں ہونے کی وجہ بتائی۔

حاجی صاحب کے چہرے پر شرمندگی کے آثار نظر آنے لگے۔ انھوں نے اپنے ملنے جلنے والوں کے سامنے خود کو ٹھگا ہوا سا محسوس کیا اور نظریں چُرالیں۔ چند لمحے بعد انھوں نے بیٹے کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا، ''انھیں اندر لے چلو بیٹے...''

جو سبق انھوں نے اپنے بیٹے کو سکھانے کی کبھی کوشش نہیں کی تھی، وہ آج بیٹے نے انھیں کتنی معصومیت سے سکھا دیا تھا۔ ان کا دل اپنے لیے شرمندگی اور بیٹے کے لیے فخر و ناز کے ملے جلے جذبات سے بھر گیا۔ □

♦ محمد نصیر رمضان 445/XX چور مار انمالیر کوٹلا 148023 پنجاب

صدر عالم گوہر

عجیب سے عنوان کی یہ عجیب سی کہانی بہار کے مشہور داستانوی کردار گونو جھا کی عقل مندی کا ایک بڑا دل چسپ قصہ سناتی ہے۔ پڑھیے اور مزا لیجیے...

رام شیام دوڑ و چور

گونو جھا ہمیشہ نئے نئے گل کھلاتے تھے۔ وہ لاکھوں میں ایک تھے، اپنی سوچ سمجھ سوجھ بوجھ میں یکتا تھے۔ بات سے بات نکالتے تھے اور بات میں بات پیدا کرتے تھے۔ جداگانہ انداز اور سب سے الگ طرح کی سوچ ان کی ہر دلعزیزی کے راز تھے۔

ایک بار گونو جھا کو باہر سے آنے میں دیر ہوگئی۔ گھر پہنچے تو اندھیرا کافی گھنا ہوگیا تھا۔ جب گونو جھا اپنے پلنگ پر بیٹھے تو گھر میں چھپے چوروں پر ان کی نظر پڑ گئی۔ گونو جھا نے بڑی چالاکی سے نظر ہٹائی اور اپنی بیوی سے باتوں میں ایسے مشغول ہوگئے جیسے انھوں نے چوروں کو دیکھا ہی نہیں ہے۔ نہ گھبرائے، نہ چونکے، نہ ان کے بولنے دیکھنے کے انداز میں فرق بڑا۔ لیکن ان کے دل ودماغ میں چوروں کو اس طرح پکڑنے کا منصوبہ بن رہا تھا جس سے سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ چور بھی پکڑے جائے اور ان کے ساتھ پہلوانی بھی نہ کرنی پڑے۔ مار پیٹ، لاٹھی بھالے، تیر تلوار کی ضرورت بھی نہ پڑے۔ دیکھنے میں تو گونو جھا بیوی سے بات چیت کررہے تھے مگر ذہن میں اتھل پتھل اور جوڑ گھٹاؤ چل رہا تھا۔ تدبیریں سوچی جارہی تھیں ہر پہلو سے غور کیا جارہا تھا۔ چوروں کو جائے واردات پر رنگے ہاتھوں پکڑنے کا۔ آخر گونو جھا کے دماغ میں ایک تدبیر آہی گئی۔ تدبیر ایسی تھی کہ ہلدی لگے نہ پھٹکری اور رنگ چوکھا آئے۔

گونو جھا نے باتوں ہی باتوں میں اپنی بیوی سے ایک ذکر چھیڑ دیا جو عجیب تھا۔ گونو جھا کی بیوی بھی معاملہ فہم تھی۔ وہ جب بھی گونو جھا کو معاملے سے ہٹ کر کچھ عجیب سی باتیں کرتے گونو جھا کو دیکھتی تو سمجھ جاتی کہ بات کچھ خاص ہے اور خود بھی ان کی باتوں میں ایسے منہمک ہوجاتی جیسے روزمرہ کی بات ہو۔ وہ معاملہ کی نزاکت کے حساب سے گفتگو کرتی، جس سے گونو جھا اپنی مقصد میں کامیاب ہوجاتے۔

گونو جھا بیوی سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے اور ان باتوں کے درمیان ہی انھوں نے پوچھا اگر ہمارے یہاں پہلا بچہ لڑکا ہوا تو اس کا نام کیا رکھیں گے۔

گونو جھا کی بیوی نے جواب دیا۔ ''آپ کیسی بہکی بہکی بات کررہے ہیں۔ بچہ ہوا نہیں اور آپ نام رکھنے کی بات سوچنے لگے۔''

گونو جھا نے کہا: ''آج نہیں تو کل اوپر والا ہماری دعا بھی سنے گا اور

آپ کی گود سونی نہیں رہے گی۔ آج نہیں تو کل آپ کی گود بھر ہی جائے گی۔ اوپر والے پر ہمیں یقین رکھنا چاہئے، وہ کبھی کسی کو ناامید نہیں کرتا۔ ایک نہ ایک دن سب کی مرادیں پوری کرتا ہے۔ ہماری بھی مراد پوری کرے گا، اب فرض کیجئے کہ پہلا لڑکا ہوا تو کیا نام رکھیں گے۔''

گونو جھا کی بیوی سمجھ گئی کہ معاملہ کچھ گڑ بڑ ہے۔ وہ جانتی تھی کہ گونو جھا کی ایسی باتوں کے پیچھے کوئی راز ضرور پوشیدہ ہوتا ہے۔ اس لیے اس نے بات آگے بڑھاتے ہوئے کہا: ''ہم پہلے لڑکے کا نام رام رکھیں گے۔''

گونو جھا نے کہا'' فرض کیجئے دوسرا بچہ بھی لڑکا ہوا تو اس کا نام کیا رکھیں گے۔''

بیوی نے کہا: '' ارے بچہ تو ابھی ہوا نہیں ہے آپ نام پر نام رکھے جا رہے ہیں۔ یہ تو وہی بات ہوئی کہ مچھلی ابھی پانی میں ہے اور آپ نوٹکڑے حصے لگائے جا رہے ہیں۔''

گونو جھا نے کہا: ''نہیں نہیں مان لیتے ہیں۔ ماننے میں کیا برائی ہے۔ پہلے سے کسی کام کا منصوبہ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور منصوبہ بنانا کوئی بری بات نہیں ہے۔ اس لیے مان لیجئے اور دوسرے بچے کا نام بھی آپ سوچ کر بتائیے۔''

بیوی نے کہا'' پہلے لڑکے کا نام رام رکھا تو دوسرے لڑکے کا نام شیام رکھیں گے۔ بولنے سننے میں کتنا اچھا لگتا ہے۔ رام اور شیام۔ کتنے اچھے نام ہیں یہ۔ میں تو دونوں بیٹوں کا نام رام اور شیام ہی رکھوں گی۔''

گونو جھا نے کہا: ''بڑی اچھی بات ہے۔ آپ بہت اچھا سوچ لیتی ہیں۔ نام بھی اچھا ہی سوچا ہے۔ اب یہ بتائیے اگر تیسرا بھی لڑکا ہوا تو اس کا نام آپ کیا رکھیں گی؟''

بیوی نے کہا: '' دو بچوں کا نام تو میں نے بتا دیا۔ اب تیسرے کا نام آپ سوچیے۔''

گونو جھا نے کہا: ''تیسرے کا نام میرے خیال سے 'دوڑو' ٹھیک رہے گا۔''

بیوی بولی'' لگتا ہے آپ کا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ 'دوڑو' بھی

پورا گاؤں گونو جھا کے سنکی پن سے واقف لیکن اس کی ہر بے وقوفی کی حرکت کے پیچھے کوئی نہ کوئی عقل مندی اور چالاکی چھپی ہونے کا قائل تھا

کہیں کوئی نام ہوا کرتا ہے۔ آپ بھی عجیب باتیں کرنے لگے۔''

گونو جھا نے بیوی کو سمجھاتے ہو کہا: ''دیکھئے آپ سمجھتی نہیں ہیں۔ اس کا نام دوڑو اس لیے رکھیں گے کہ اسے سن سن کر وہ خوب دوڑا کرے گا اور جب دوڑ میں اچھا رہے گا تو بادشاہ کے یہاں اس کو سپاہی کی نوکری مل جائے گی اور اس کی روزی روٹی کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔''

بیوی نے کہا ''چلیے یہ بھی ٹھیک ہے۔ آپ واقعی بہت دور کی سوچتے ہیں۔''

گونو جھا اکڑ گئے۔ بولے ''لوگ مجھے گونو جھا ایسے ہی نہیں کہتے ہیں۔ مگر ٹھہریے۔ اب ذرا یہ بتائیے کہ اگر چوتھا بچہ بھی لڑکا ہی ہوا تو اس کا نام آپ کیا رکھیں گی؟''

بیوی برا سا منھ بنا کر بولی، ''اب جب اتنا اچھا اور اتنی دور کی بات آپ خود ہی سوچ لیتے ہیں تو چوتھے لڑکے کا نام بھی آپ ہی طے کر لیجیے۔''

گونو جھا نے کہا ''میرے خیال سے چوتھے بچے کا نام ہم 'چور' رکھیں گے۔''

اب گونو جھا کی بیوی بھی اکڑ گئیں اور بناوٹی غصے سے بولیں۔ ''آپ اپنے آپ کو بہت کو عقل مند سمجھتے ہیں۔ لیکن اب آپ کی عقل گھاس چرنے گئی ہے۔ بھلا اپنے بچے کو کوئی چور کیوں کہلائے گا۔ چور کہلانا کسے اچھا لگتا ہے؟''

گونو جھا نے کہا: ''دیکھیے آپ سمجھی نہیں۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ جس کا نام جو ہوتا ہے وہ آدمی بالکل اس کا الٹا ہوتا ہے۔ جیسے اپنے گاؤں میں جو دولت رام ہے، کیا اس کے پاس دولت ہے؟ بالکل نہیں۔ بے چارا اتنا مفلس ہے کہ رات کو کھاتا ہے تو دن کے لئے سوچتا ہے کہ دن میں کیا کھائیں گے اور دن میں کھاتا ہے تو رات کے لئے پریشان رہتا ہے کہ رات کو کیسے پیٹ بھرے گا۔ اور اپنے ہی گاؤں میں جو غریب داس ہے وہ کتنا دولت مند ہے یہ آپ بھی جانتی ہیں۔ کئی تو نوکر چاکر ہیں اس کے۔ اسی لیے میں سوچتا ہوں کہ اگر

اپنے چوتھے بچے کا نام ''چور'' رکھیں گے تو وہ اپنے نام کے برعکس چور نہ ہو کر شریف آدمی نکلے گا اور ہمارا نام روشن کرے گا۔''

گونوجھا کی بیوی نے کہا،''چلیے میں مان گئی آپ کو...آپ واقعی بہت عقل مند ہیں۔''

گونوجھا نے بیوی سے کہا''اچھا مان لیجئے اگر چاروں بچے باہر کھیلنے جائیں اور آپ کو ایسی ضرورت پڑ جائے کہ چاروں کو گھر میں بلانا ضروری ہو تو آپ ان چاروں بچوں کو کیسے بلائیں گی۔ ذرا چاروں بچوں کا نام لے کر آواز تو لگایئے۔''

گونوجھا کی بیوی نے کہا''آپ پھر بہکی بہکی باتیں کرنے لگے۔یہاں تک تو ٹھیک تھا کہ آپ نے چاروں بچوں کا نام رام، شیام دوڑو اور چور رکھ دیا۔مگر جو ابھی پیدا نہیں ہوئے ہیں ان کو آواز کیسے لگاؤں۔لوگ کیا کہیں گے۔''

گونوجھا نے کہا:''آپ لوگوں کی چھوڑیے، آپ میری خوشی کے لیے ذرا چار بار آواز لگا کر دکھا دیجئے۔ ذرا دیکھ تو لوں آپ کو بچوں کو پکارنا بھی آتا ہے یا نہیں۔نہیں آتا تو بچوں کو پکارنے کی ٹریننگ بھی دینی پڑے گی آپ کو۔''

بیوی کو پھر غصہ آ گیا اور وہ کہنے لگی،''اتنی چھوٹی سی بات کے لئے مجھے آپ سے ٹریننگ لینی پڑے گی۔ دیکھئے میں چار بار کیا دس بار آواز لگا کر دکھا دیتی ہوں۔''

گونوجھا کی بیوی برآمدے میں گئی اور بچوں کے نام لے کر

گونوجھا کی بیوی کو اپنے شوہر کی عقل پر ناز تھا چنانچہ اس نے شوہر کی تمام باتیں نہ صرف صبر سے سنیں بلکہ ہاں میں ہاں بھی ملاتی رہی پکارنے لگی''رام، شیام، دوڑو، چور۔ رام، شیام، دوڑو، چور۔''

رام اور شیام گونوجھا کے بھتیجے تھے، آواز لگانے سے ان کی آنکھ کھل گئی اور وہ سمجھ گئے کہ چچا صاحب کے گھر چور گھس آئے ہیں۔ ہمیں چل کر پکڑنا چاہئے۔ ساتھ ہی گونوجھا کے پاس پڑوس والے اور گاؤں والے بھی لاٹھی لے کر چور کو پکڑنے کے لئے گونوجھا کے گھر کی طرف دوڑے۔ اُدھر چور سمجھ رہے تھے یہ میاں بیوی آپس میں ہنسی مذاق کر رہے ہیں۔ وہ لوگ اس سے بے فکر تھے کہ گونوجھا نے انہیں دیکھ لیا ہے اور انہیں پکڑوانے کی ہی پوری تیاری چل رہی ہے۔رام اور شیام کے ساتھ ساتھ پورے گاؤں والے آگئے، اور سبھوں نے مل کر چوروں کو پکڑ لیا۔ گونوجھا نے سارا واقعہ سنایا تو سب لوگ ہنسنے لگے اور سبھی نے گونوجھا کی سوجھ بوجھ اور عقلمندی کی تعریف کی۔اُدھر چوروں نے جب اس واقعے کو سنا تو سر پیٹ لیا۔□

• صدر عالم گوہر پوسٹ۔ پرسولیا، ضلع مدھوبنی بہار۔847226

چور دَم سادھے گونوجھا کی عجیب باتیں سن رہے تھے۔ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا، اور جب سمجھ میں آیا تو کافی دیر ہو چکی تھی!!

یوکرینی لوک کہانی/محمد جان وفا اعظمی

ذرا سوچو، کچھ جانور کمزور جانوروں کو کس لیے کھا جاتے ہیں؟ ایک وجہ ہے بھوک۔ مگر کچھ سبب ایسے بھی تو ہو سکتے ہیں جو یوکرین کی اس لوک کہانی میں بتائے گئے ہیں...

جنگل میں ہوٹل!

اگلے وقتوں کی بات ہے، کسی جنگل میں بھیڑیا اور بگلا رہا کرتے تھے۔ دونوں میں گاڑھی دوستی تھی۔ اس زمانے میں نہ بھیڑیے بکریوں کو کھایا کرتے تھے نہ ہی بگلا مینڈکوں کو اپنی غذا بناتا تھا۔

ایک مرتبہ موسم بہار کی آمد تھی۔ بھیڑیے اور بگلے نے مل کر کوئی کاروبار شروع کرنے کی ٹھانی۔ پھر انہوں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا کہ وہ ایک ہوٹل چلائیں گے۔ ہوٹل بنانے کے بعد وہ اچھے اچھے مزیدار کھانے پکا کر جانوروں کو سپلائی کرنے لگے۔ ہوٹل میں خوب گہما گہمی رہنے لگی۔

دیکھتے ہی دیکھتے سردی کا موسم شروع ہوگیا۔ بگلے نے بھیڑیے سے کہا: ''دوست! سردیوں کے موسم میں اس جنگل میں کڑاکے کی ٹھنڈ پڑتی ہے جو میری برداشت سے باہر ہے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ عارضی طور پر اس مقام کو تبدیل کرکے نسبتاً گرم جگہ جاکر رہوں۔ اب مناسب وقت آگیا ہے کہ ہم اپنی کمائی ہوئی رقم کو دو حصوں میں تقسیم کریں۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو میاں!'' بھیڑیے نے کہا ''مگر ہمارے ہوٹل میں کھانے والے جانوروں میں سے اکثر نے ادھار پر کھانا کھایا ہے، بہتوں نے ابھی تک بل ادا نہیں کیا، تم ہی بتاؤ اب کیا کیا جائے؟''

بگلے نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا: ''چلو ایسا کرتے ہیں کہ جو کچھ پیسے تمہارے پاس موجود ہیں وہ تم مجھے دے دو، اور جانوروں سے بقیہ ادھار کی رقم تم وصول کر لینا اور یہ ہوٹل بھی تم ہی رکھ لو۔'' بھیڑیے کو بگلے کی تجویز پسند آگئی۔ پھر بگلے نے پیسوں کو ایک تھیلی میں ڈال کر اپنے گلے میں لٹکا لیا اور خدا حافظ کہہ کر وہاں سے اڑ گیا۔

بگلے نے اڑتے اڑتے لمبی مسافت طے کر لی۔ دوپہر کا وقت ہو چلا تھا اس نے نیچے کی طرف نظر دوڑائی، اسے ایک چھوٹا سا تالاب نظر آیا اسے پیاس بھی شدت سے لگ رہی تھی۔ وہ نیچے اتر آیا۔ جیسے ہی اس نے پانی پینے کے لیے تالاب میں اپنے سر کو

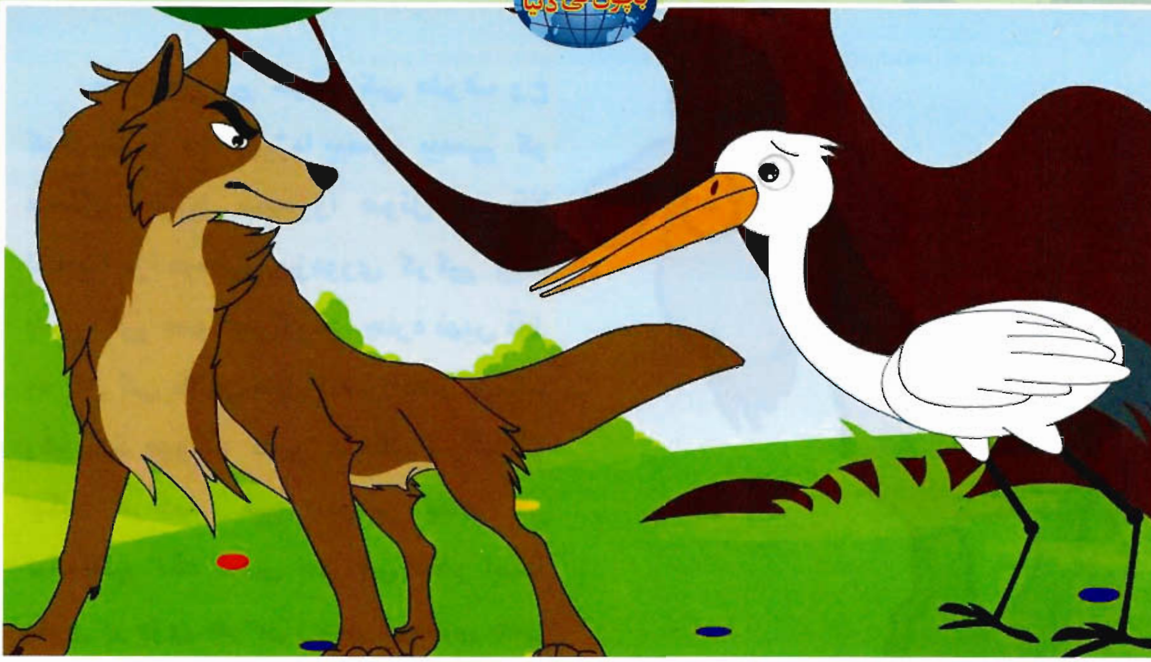

جھکایا، اس کی گردن میں لٹکی ہوئی پیسوں کی تھیلی تالاب میں گر گئی۔ بگلے نے پیسوں کی تھیلی کو بہت ڈھونڈا تالاب کا کونا کونا چھان مارا مگر وہ اسے نہیں ملی۔ اب بگلے نے سوچا کہ ہو نہ ہو اس تالاب کے مینڈک اس کے پیسے کھا گئے اور تھیلی کو کہیں چھپا کر رکھ دیا۔ اسے بہت غصہ آیا، اور اس نے مینڈکوں کو پکڑ کر کھانا شروع کر دیا۔

ادھر سے بے چارہ بھیڑیا جانوروں سے ادھار کی بقیہ رقم وصول

بگلے نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا: ”چلو ایسا کرتے ہیں کہ جو کچھ پیسے تمہارے پاس موجود ہیں وہ تم مجھے دے دو، اور جانوروں سے بقیہ ادھار کی رقم تم وصول کر لینا اور یہ ہوٹل بھی تم ہی رکھ لو۔“ بھیڑیے کو بگلے کی تجویز پسند آ گئی۔ پھر بگلے نے پیسوں کو ایک تھیلی میں ڈال کر اپنے گلے میں لٹکالیا اور خدا حافظ کہہ کر وہاں سے اڑ گیا۔

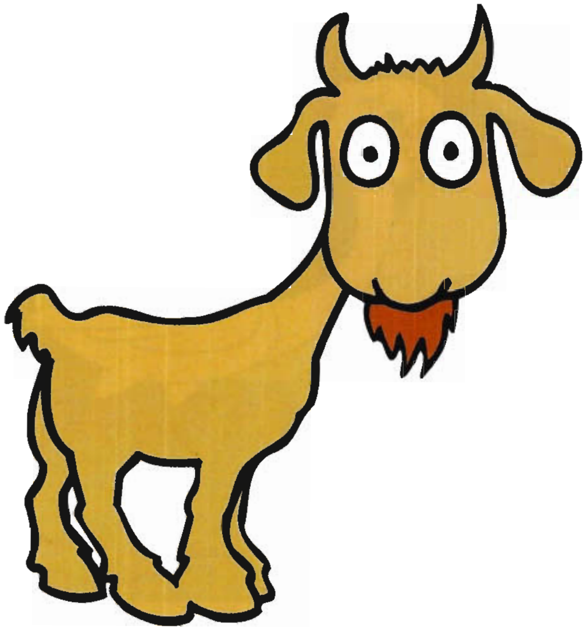

جانوروں نے ہوٹل کی طرف رخ کرنا چھوڑ دیا۔ بھیڑیا پیسے پیسے کو محتاج ہوگیا۔ مجبوراً ہوٹل کو تالا لگادینا پڑا۔محنت مزدوری کرکے پیٹ پالنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ وہ کام کی تلاش میں اِدھر اُدھر بھٹک رہا تھا۔ بھوک سے نڈھال ہوگیا تو ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر سستانے لگا۔ تبھی اس کی نظر ایک بکری پر پڑی جواس ریچھ کی تھی جس پر سب سے زیادہ ادھار چڑھا ہوا تھا۔

کرنے کے لئے ادھرادھر مارا مارا پھر رہا تھا۔مگرکسی جانور نے بھی اسے ادھار کے پیسے نہیں چکائے۔ اکثر جانوروں نے یہ کہہ کرٹال دیا کہ ''اب ہمارے پاس پیسے نہیں ہیں جب پیسے آئیں گے تو قرض ادا کردیں گے۔'' جانوروں نے ہوٹل کی طرف رخ کرنا بھی چھوڑ دیا۔ بھیڑیا پیسے پیسے کومحتاج ہوگیا۔ مجبوراً اسے ہوٹل کو تالا لگادینا پڑا۔ اب اسے کہیں

محنت مزدوری کر کے پیٹ پالنے کے سوا اورکوئی چارہ نہیں تھا۔ وہ کام کی تلاش میں اِدھر اُدھر بھٹک رہا تھا۔ بھوک اور تھکن سے نڈھال ہوگیا تو وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھ کرستانے لگا۔تب اس نے ایک بکری کوگھاس چرتے دیکھا۔ جب اس نے اس بکری کوغور سے دیکھا تو اسے معلوم ہوا کہ یہ بکری تو اس ریچھ کی ہے جس نے ہوٹل میں کھانا کھا کرسب سے زیادہ ادھار چڑھا رکھا تھا۔

اس نے سوچا ریچھ نے اسے ادھار کے پیسے ادا نہیں کیے تو کیا ہوا، اس کی بکری تو موجود ہے۔ بھاگتے چور کی لنگوٹی ہی سہی۔ ریچھ نہیں تو بکری سہی۔ بھیڑیے نے بکری کودبوچ لیااوراسے چٹ کرگیا۔ پھر وہ ان جانوروں کی بکریاں پکڑ کر کھانے لگا جنہوں نے قرض لے کر اسے دھوکا دیا۔ پھر عادت سے مجبور ہوکر وہ جب بھی موقع ملتا کسی کی بھی بکری کوپکڑ کر کھاجاتا۔

یہ سلسلہ صدیوں سے نسل درنسل آج بھی جاری ہے۔ بگلے مینڈک کھاتے ہیں اور بھیڑیے آج بھی بکریوں کو پکڑ کر کھاجانے کی تاک میں لگے رہتے ہیں۔ □

♦ محمد جان وفا اعظمی، 7 گلی نارائن 14 لین، چینئی 600002

□الیکسئ ٹالسٹائی
مترجم: یوسف انصاری

روسی زبان کے عظیم مصنف ٹالسٹائی کے قلم سے بچوں کے لیے نکلی ہوئی ایک دلچسپ تحریر

لومڑی اور خرگوش

لومڑی کے ظلم وستم سے جنگل کا ہر جانور اور پرندہ پریشان تھا۔ اس کی عیاری اور مکاری سے عقل حیران تھی۔ ایک دن اس نے اپنے لیے برف کا ایک گھر بنایا۔ یہ گھر خرگوش کے مکان کے بالکل سامنے تھا۔ خرگوش کا مکان مضبوط لکڑی کا تھا۔ سردی سے بچنے کے لئے ایک آتش دان بھی تھا۔ جس کے سامنے ایک آرام کرسی رکھی تھی۔ لومڑی خرگوش کے مکان پر قبضہ جمانا چاہتی تھی۔ جب گرمی شروع ہوئی تو لومڑی کا گھر پگھل گیا۔ خرگوش کا مکان جوں کا توں برقرار رہا۔

اب تو لومڑی کو بے حد غصہ آیا۔ اس کے مکان پر قبضہ جمانے کا بہانہ ہاتھ آیا۔ اس موقع کو ہاتھ سے کھونا نہیں چاہتی تھی۔ وہ خرگوش کے مکان کے قریب گئی اور اپنی بپتا سنائی۔

''بھائی خرگوش! تم سلامت رہو ہزار برس۔ ایک التجا ہے اگر بارِ خاطر نہ ہو تو کہوں۔''

''اری خالہ جان! یہ کیا کہتی ہو تمہارے لئے تو جان حاضر ہے۔ بلا جھجک کہو کیا کہنا ہے؟'' خرگوش نے کہا۔

''صرف ایک رات کے لئے مجھے اپنے گھر میں پناہ دے دو۔ کل صبح ہوتے ہی اپنی چچی کے گھر چلی جاؤں گی۔'' لومڑی نے بڑی

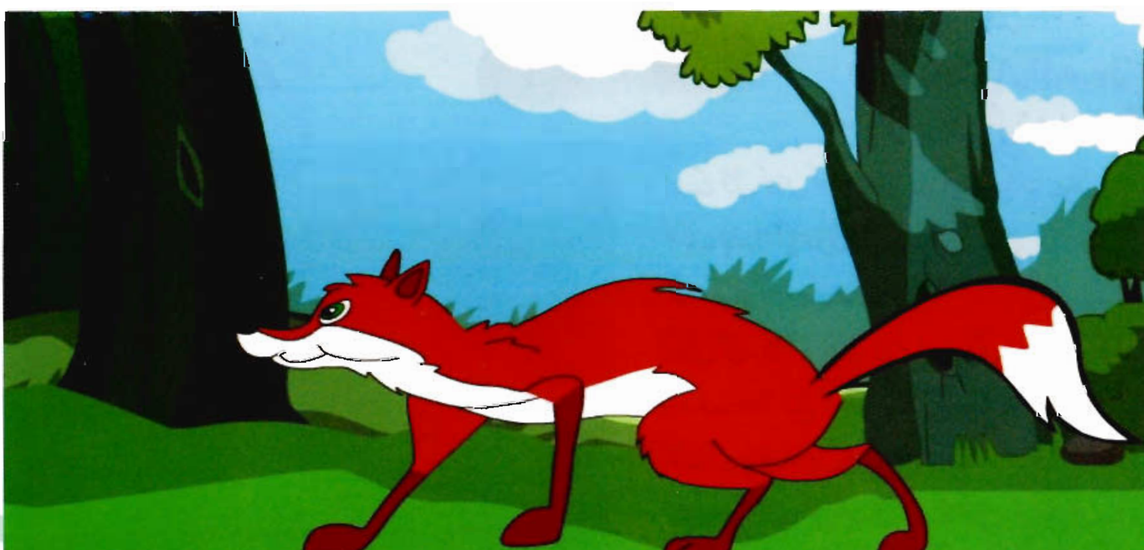

معصومیت سے کہا۔

زمانہ کے بھلے برے سے خرگوش واقف نہ تھا۔ رحم کھا کر اس نے پناہ دے دی۔ مکار لومڑی تو اسی کی منتظر تھی۔ جوں ہی مکان میں داخل ہوئی، خرگوش کو اس کے دونوں کان پکڑ کراس نے باہر اچھال دیا، اور بولی ''چل نکل، دور ہو میری نظروں سے، اب بھول کر بھی اس طرح کا رخ نہ کرنا۔ اب یہ مکان میرا ہے۔''

خرگوش روتا ہوا وہاں سے بھاگا۔ بے کسی کے سمندر میں غوطے کھانے لگا۔ دل بیکل ہوا، کسی صورت کل نہیں تھی۔

راستے میں ایک کتا ملا بولا ''بھوں بھوں! تم کیوں روتے ہو؟ ایسی کون سی آفت آن پڑی جو تم گلا پھاڑ پھاڑ کر چلا رہے ہو؟''

''تم بھی ایسا ہی کرتے اگر میری جگہ تم ہوتے، لومڑی کا گھر برف کا، میرا لکڑی کا، گرمی سے اس کا گھر پگھل گیا تو میرے مکان پر زبردستی قبضہ جمالیا، اور مجھے بے گھر کر دیا۔''

''چپ ہو جاؤ میرے بھائی! میں تمہاری مدد کرنے کو تیار ہوں۔ کدھر ہے وہ بدذات لومڑی؟'' کتّے نے کہا۔

''چلو میرے ساتھ'' خرگوش نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

لومڑی خرگوش کے مکان میں آرام کرسی پر بیٹھی آگ تاپ رہی تھی۔ کتا بولا ''بھوں بھوں! لومڑی باہر نکل ورنہ تیری خیر نہیں۔''

لومڑی کھڑکی کے پاس آئی اور بولی'' اگر میں باہر نکلوں گی تو تیری تکا بوٹی کر کے چیل کوؤں کو کھلا دوں گی۔ چپ چاپ یہاں سے کھسک جا، بڑا آیا حمایتی بن کر۔''

کتا ڈر گیا اور دم دبا کر بھاگ گیا۔

خرگوش بھی روتا ہوا سڑک کی طرف بھاگا۔ راستے میں ایک بھالو ملا۔ بولا'' بیٹے خرگوش! کیوں روتے ہو؟ ایسی کون سی آفت آن پڑی جو یوں گلا پھاڑ پھاڑ کر چلا رہے ہو؟''

''چچا جان! آپ بھی ایسا ہی کرتے اگر میری جگہ ہوتے۔ لومڑی کا گھر برف کا، میرا لکڑی کا، گرمی سے اس کا گھر پگھل

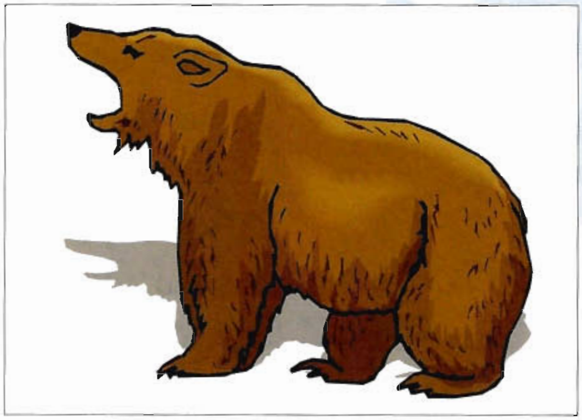

گیا تو میرے مکان پر زبردستی قبضہ جمالیا،اور مجھے در بدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کردیا۔اب روؤں نہیں تو کیا کروں؟''

''چپ ہو جاؤ بچے! میں لومڑی کی خبر لیتا ہوں۔کدھر ہے وہ کم بخت؟'' بھالو نے کہا۔

''آپ کچھ مدد نہیں کر سکتے۔کتے نے کوشش کی تھی،مگر دم دبا کر بھاگ گیا۔''

''ارے میں کوئی کتا نہیں جو ڈر کر بھاگ جاؤں۔میرا ڈیل ڈول دیکھو، ذرا میرے نوکیلے اور خونخوار ناخن دیکھو، میں لومڑی کو باہر نکال پھینکوں گا۔''

دونوں لومڑی کے پاس پہنچے۔لومڑی آتش دان کے قریب آرام کرسی پر بیٹھی آگ تاپ رہی تھی۔ بھالو نے غرّا کر کہا''اولومڑی، فتنی کہیں کی۔ باہر نکل ورنہ خونخوار ناخن سے تیرے بدن کو نوچتا ہوں۔ مار مار کر تیرا اچار بناتا ہوں۔ اچور کی صورت بناتا ہوں۔''

لومڑی کھڑکی کے پاس آئی اور بولی۔''ارے او بزدل! ڈھول کے خول، بے پیندی کے لوٹے، اگر میں باہر نکلوں گی تو تیری تکا بوٹی کاٹ، چیل کوؤں کو کھلا دوں گی۔ خیریت چاہتا ہے تو چپ چاپ اپنا راستہ ناپ۔'' بھالو ڈر کر بھاگا۔ اس کے پیچھے خرگوش بھی روتا ہوا بھاگا۔

راستے میں اس کی ملاقات ایک بیل سے ہوئی۔ پوچھا!

''ایسی کون سی آفت آن پڑی جو یوں دھاڑیں مار مار کر رو رہے ہو؟''

''بیل خالو! اگر میری جگہ آپ بھی ہوتے تو ایسا ہی کرتے، لومڑی کا گھر برف کا، میرا لکڑی کا، گرمی سے اس کا گھر پگھل گیا تو میرے مکان پر زبردستی قبضہ جمالیا،طرّہ یہ کہ مجھے بھی باہر نکال دیا اب ایسی ٹھنڈ میں کس کے پاس جاؤں۔''

''چپ ہو جاؤں ننھے میاں! میں تمہاری مدد کروں گا، ذرا دکھانا تو کدھر ہے وہ مکار؟''

''نہیں خالو جان! آپ بھی کچھ نہیں کر سکتے۔ کتے اور بھالو نے بھی کوشش کی تھی۔ بڑی بڑی ڈینگیں ماری تھیں۔مگر دونوں بزدل بھاگ گئے۔''

''نہ میں کتا ہوں نہ بھالو۔ میرا ڈیل ڈول دیکھو، سر پر دونوکیلے سینگ ہیں کم بخت لومڑی کو سینگوں پر رکھ کر اچھال دوں گا۔ اس کو ہلاک، پیوند خاک کردوں گا۔''

دونوں لومڑی کے پاس پہنچے،لومڑی آرام کرسی پر بیٹھی آگ تاپ رہی تھی۔بیل ڈکرایا''لومڑی! اری او فتنی سنتی ہے؟ اگر جان پیاری ہے

تو چپ چاپ مکان خالی کردے۔ ورنہ سینگوں سے مار، سرتن سے اتار، جہنم واصل، مُردوں میں داخل کرتا ہوں۔''

لومڑی کھڑکی کے پاس آئی اور بولی ''اومسٹنڈے! بھاگ یہاں سے ورنہ تیری تکا بوٹی کر، چیل کوؤں کی دعوت کردوں گی۔ خیریت اسی میں ہے کہ جدھر سے آیا ہے اسی طرف چلا جا۔ تجھ جیسے کتنے ہی رستم آئے اور چلے گئے۔''

بیل بھی دم دبا کر بھاگا۔ خرگوش بے چارہ روتا ہوا اس کے پیچھے بھاگا۔ اب کرے تو کیا کرے؟ اس کی ملاقات ایک مرغے سے ہوئی۔ اس نے پوچھا ''بھائی خرگوش! ایسی کون سی مصیبت آن پڑی جو یوں چلا کر رو رہے ہو؟''

''میری جگہ اگر آپ بھی ہوتے تو ایسا ہی کرتے، لومڑی کا گھر برف کا، میرا مکان لکڑی کا، گرمی سے اس کا گھر پگھل گیا تو میرے مکان پر زبردستی قبضہ جما کر مجھے باہر نکال پھینکا۔'' خرگوش نے کہا۔

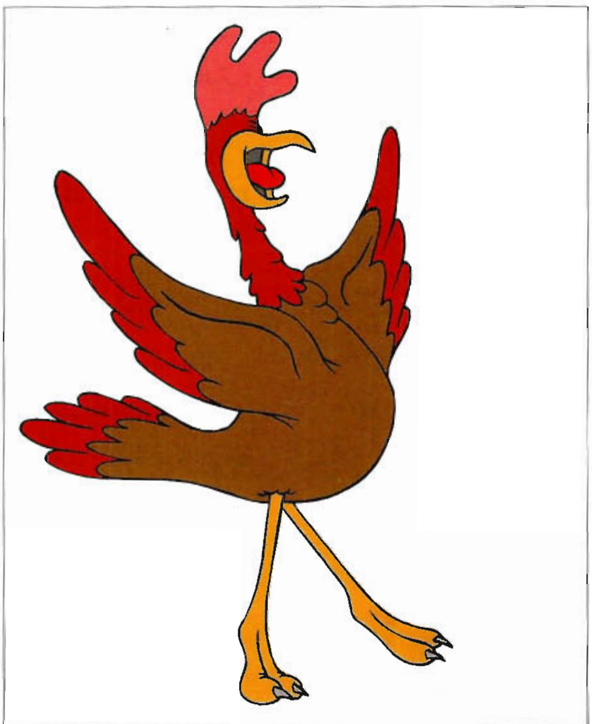

مرغا بولا ''روؤ نہیں، میں تمہاری مدد کروں گا۔''

''بھائی جان! آپ بھی بھاگ جائیں گے۔ کتا، بھالو اور بیل نے بھی وعدہ کیا تھا مگر سب کے سب بزدل نکلے۔ جان بچا کر بھاگ گئے۔''

''میں ان جیسا نہیں ہوں۔ لومڑیوں سے نپٹنا مجھے خوب آتا ہے۔ چلو میرے ساتھ۔'' مرغا خرگوش کو پہلے اپنے گھر لے گیا۔ کھانا کھلایا، تسلی دی۔ پھر بانس میں تلوار نما درانتی باندھی اور بولا ''اب بتاؤ۔ کدھر ہے لومڑی؟''

دونوں لومڑی کے پاس پہنچے۔

مرغا بولا ''ککڑوں کوں
میں تیری گردن ماروں
باہر آجا چل جلدی
چھپ کر اندر ہے بیٹھی''

لومڑی کھڑکی کے پاس آکر بولی ''ارے او بزدل! دھمکی کسے دیتا ہے؟ باہر نکلوں گی تو تیری تکا بوٹی کر کے چیل کوؤں کو کھلا دوں گی۔''

''اری او بدذات تو کیا اور تیری اوقات کیا۔ ذرا باہر نکل کر تو دیکھ۔ تیری کیسی گت بنتا ہوں سر کاٹ کر بانس پر لٹکاتا ہوں۔ میں ان بزدلوں میں سے نہیں جو تیری گیدڑ بھبکی سن کر بھاگ گئے۔ چل نکل جلدی، ورنہ میں اندر آتا ہوں۔ تو تو انسانیت کی دشمن ہے۔ لازم ہے کہ سخت سزا دوں۔''

اب تو لومڑی سٹ پٹائی، اور بولی ''چچا مرغ! باہر ہی ٹھہرو۔ ذرا میں اپنا کوٹ پہن لوں۔''

مرغا بولا ''ککڑوں کوں
میں تیری گردن ماروں
باہر آجا چل جلدی
چھپ کر اندر ہے بیٹھی''

لومڑی بولی ''چچا مرغ! ذرا ٹھہرو، جوتے تو پہن لینے دو۔''

فوراً جوتے پہن کر پچھلے دروازہ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔ خرگوش نے مرغ کا شکریہ ادا کیا، اور خوشی خوشی اپنے گھر میں رہنے لگا۔ □

♦ ایم یوسف انصاری 368، نیو وارڈ، مالیگاؤں، ناسک، مہاراشٹر 423203

گلیور بالشتیوں کی دنیا میں
2
مصنف جوناتھن سوئفٹ
پینے کے لیے کچھ لانے کا گلیور کا اشارہ سمجھنے کے بعد وہ لوگ شربت سے بھرے پیپے لڑھکا کر لے آئے
یہ دو تین گھونٹ میری پیاس نہیں بجھا سکتے...
اور لاؤ!...
بس ختم! اب اور نہیں ہے...
گلیور نے جو شربت پیا تھا اس میں نشے کی تیز دوا ملی ہوئی تھی. جس سے جلد ہی اسے نیند آنے لگی۔ تبھی لکڑی کا ایک بڑا سا ٹھیلا اسے اپنے قریب آتا دکھائی دیا
اب یہ سو چکا ہے، بندھن کھول دو
ٹھیلا زمین سے چند فٹ اونچا مگر چار فٹ چوڑا اور سات فٹ لمبا تھا جس میں کئی گھوڑے جتے تھے سب نے مل کر گلیور کو دھکیلا اور کسی طرح ٹھیلے پر لٹا دیا

سیکڑوں لوگ گلیور کو ٹھیلا گاڑی پر لاد کر گھوڑوں کی مدد سے لے چلے
گلیور سے حفاظت کے لیے بہت سے گھوڑ سوار فوجی گاڑی کے آگے اور پیچھے ساتھ چل رہے تھے
چلتے چلتے شام ڈھلی، پھر رات بھی گزر گئی اور صبح سویرے جب وہ لوگ ایک شہر کے دروازے پر پہنچے تب گلیور کی آنکھ کھلی
سیکڑوں مردعوت سڑک کے کنارے حیرت سے کھڑے گلیور کو دیکھ رہے تھے
کچھ دور جا کر قافلہ رکا تو بونوں کا بادشاہ محافظوں کے ساتھ گلیور کو دیکھنے آیا
بادشاہ اپنے فوجیوں کو اشارے سے حکم دے کر چلا گیا
اچھا تو یہ بونوں کے ملک کی راجدھانی ہے

گلیور کو اشاروں سے ایک عمارت میں لے جایا گیا جو کسی عبادت گھر جیسی تھی
وہاں گلیور کے پاؤں میں زنجیریں ڈال دی گئیں
اتنی پتلی زنجیریں تو ایک جھٹکے میں ٹوٹ سکتی ہیں...
روزانہ سیکڑوں لوگ گلیور کو دیکھنے آنے لگے
ایک دن رانی اپنے شہزادے شہزادیوں اور خادماؤں کے ساتھ دیکھنے آئی
بادشاہ ایک بار پھر گھوڑے پر آیا ساتھ میں درباری بھی تھے
بادشاہ نے زور سے کچھ کہا مگر گلیور کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا

بادشاہ کے ساتھ آئے کچھ عالموں نے اس کا ترجمہ کیا
مگر وہ بھی گلیور کے پلّے نہیں پڑا
تمھیں انگلش، فرنچ، عربی
فارسی، چینی میں سے کوئی
زبان آتی ہے؟
FF-Exx" WW= III
S+II#-+ = Wقف CII-
35 X *W ^ CH چ Hج
گلیور نے ایک ساتھ کئی زبانوں کے نام لیے مگر وہ کچھ نہیں سمجھے
اب گلیور کا کام یہ تھا کہ وہ تماشائیوں سے تفریح کرتا اور رات کو چپ
چاپ عبادت خانے میں سو جاتا۔ اس سے بادشاہ خوش ہو گیا
اس نے عالموں کو حکم دیا کہ وہ گلیور کو اپنی زبان سکھائیں۔ حکم کی تعمیل ہوئی اور
گلیور کچھ ہی دنوں میں ان کی زبان سیکھ گیا
میں گلیور ہوں!
اور میں ہوں کمالی!

گلیور بادشاہ سے اسی کی زبان میں بات کرنے لگا۔ اس نے بادشاہ سے کہا کہ اسے چھوڑ دیا جائے
میں اپنے درباریوں سے مشورہ لیے بغیر کوئی کام نہیں کرتا
ٹھیک ہے جہاں پناہ! آپ کی اجازت کے بغیر میں نہیں جاؤں گا
مگر مجھے اس قید سے تو نجات دیجیے...
...تا کہ میں آپ کے ملک میں گھوم پھر سکوں
مجھے تم پر بھروسہ ہے مگر دیکھو تمھارے بڑے بھاری جسم سے کوئی ٹوٹ پھوٹ نہ ہو اور کسی کی جان نہ جائے
میں احتیاط رکھوں گا جہاں پناہ!
گلیور کے تمام بندھن کھول دیے گئے اور وہ گھوم پھر کر شہر دیکھنے لگا
کیسا عجیب شہر ہے! جیسے کھلونوں کی دنیا

ایک دن
بادشاہ سلامت نے آپ کو یاد فرمایا ہے حضور!
میں ابھی حاضر ہوتا ہوں
گلیور بادشاہ کے محل پہنچا جہاں دربار لگا ہوا تھا
بندہ حاضر ہے جہاں پناہ!
ہم چاہتے ہیں تمھاری تلاشی لی جائے
میرے پاس کوئی قابلِ اعتراض چیز نہیں بادشاہ سلامت! پھر بھی آپ سپاہیوں کو حکم دیں وہ میری تلاشی لے سکتے ہیں
گلیور نے تلاشی کے لیے کچھ سپاہی اپنی جیبوں میں ڈال لیے
سپاہیوں نے کئی چیزیں گلیور کی جیبوں سے برامد کرلیں
اس سامان کی فہرست میں شامل تھا بٹوا، کنگھا، چاقو، رومال، نسوار، اُسترا اور ایک ڈائری۔ اس کے علاوہ اس کی تلوار، دو پستول اور بارود کی تھیلی بھی فہرست میں تھے جسے ایک بالشتیا پڑھ رہا تھا
مسٹر گلیوار۔ اپنی تلوار، پستول اور بارود ہمارے حوالے کر دیجیے۔
جو حکم آپ کا جہاں پناہ!
جاری

■ادارہ

جنوری واقعات کے آئینے میں

جنوری شمسی سال کے جولین اور گریگورین کیلینڈروں کا پہلا مہینہ ہے اور یہ سال کے 31 دنوں والے سات مہینوں میں سے ایک ہے۔ اس مہینے کا پہلا دن پوری دنیا میں نئے سال کے پہلے دن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ زمینی گولے کے شمالی حصے Northern Hemisphere میں یہ عام طور پر سال کے سب سے ٹھنڈے مہینوں میں اور جنوبی حصے Southern Hemisphere کے سب سے گرم مہینوں میں شمار ہوتا ہے۔ چنانچہ شمال میں اسے جنوب کا جولائی مہینہ اور جنوب میں شمال کا جولائی کہا جاسکتا ہے۔ عام برسوں میں یہ اسی دن شروع ہوتا ہے جو اکتوبر کا پہلا دن ہو۔ لوند کے سال Leap Year میں اپریل اور جولائی کا پہلا دن اور جنوری کا پہلا دن ایک ہوتا ہے۔ اسی طرح پچھلے سال کے مئی مہینے کا پہلا دن بھی جنوری کا پہلا دن ہوتا ہے۔ اب اس مہینے کے دوران دنیا میں اور اپنے ملک میں رونما ہونے والے اہم واقعات پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

یکم جنوری: دنیا بھر میں سب سے زیادہ منایا جانے والا دن۔ ♦1877 میں برطانیہ کی ملکہ وکٹوریہ کو ہندوستان کی بھی ملکہ معظمہ قرار دیا گیا۔ ♦1879 میں مشہور ناول نگار ایڈورڈ ایم فارسٹر کی پیدائش ہوئی جنھوں نے خاصا وقت ہندوستان میں گزارا اور ان کا سب سے مشہور ناول بھی Passage to India تھا۔

ای ایم فارسٹر

♦1948 میں اڑیسہ کا صوبہ جسے اب اوڈیشا کہا جاتا ہے، ہندوستان میں شامل ہوگیا۔ ♦1950 میں اجے گڈھ کی ریاست ہندوستان میں شامل ہونے پر راضی ہوگئی۔ ♦1978 میں ائر انڈیا کا بی 747 طیارہ ممبئی کے نزدیک دھماکے سے پھٹ گیا جس سے 213 لوگوں کی موت ہوگئی۔ ♦1959 میں کمیونسٹ رہنما فیڈل کاسٹرو نے کیوبا کے ڈکٹیٹر فل جینشیو بتیستا کو ہٹا کر کمیونسٹ ڈکٹیٹر شپ قائم کی جو آج تک چل رہی ہے۔ ♦ 1979 میں چین میں کمیونسٹ حکومت بننے کے تیس سال بعد امریکہ سے اس کے سفارتی تعلقات قائم ہوئے۔ ♦ 1999 میں یوروپ کے گیارہ ملکوں آسٹریا، بلجیم، فن لینڈ، فرانس، جرمنی، آئر لینڈ، اٹلی، لگزمبرگ، نیدر لینڈ، پرتگال اور اسپین نے ایک ہی کرنسی یورو کو اپنا لیا۔

فیڈل کاسٹرو

2 جنوری: 1757 کو انگریزوں نے کولکاتا پر قبضہ کرلیا۔

3 جنوری: 1993 کو امریکی صدر جارج بش اور روس کے صدر بورس یلتسن نے 'اسٹارٹ۔2' یعنی START 2 Strategic Arms Reduction Talks معاہدے پر دستخط کیے جس کے تحت دنیا کی دونوں بڑی ایٹمی طاقتوں نے دور تک وار کرنے والے اپنے اپنے دو تہائی ایٹمی ہتھیار ناکارہ کردیے۔

یلتسن اور بش

4 جنوری: 1809 کو فرانس میں لوئی بریل Louis Braille کی پیدائش ہوئی۔ وہ نابینا تھے۔ بعد میں انھوں نے کاغذ پر کیے گئے مہین سوراخوں کے ابھاروں کی مدد سے نابینا لوگوں کے

لوئی بریل

لیے پڑھنے کا سسٹم ایجاد کیا۔♦ 1592 میں مغل بادشاہ شہاب الدین خرم شاہجہاں کی پیدائش ہوئی، جس نے آگرہ میں تاج محل تعمیر کرایا تھا۔

5 جنوری: 1976 کو کمبوڈیا میں ملک کے رہنما پول پوٹ نے نئے آئین کے تحت کمیونسٹ حکومت کو آئینی حکومت قرار دیا جس کے دوران شہریوں کو زبردستی دیہات میں جا کر ملک کو دیہی ملک یعنی

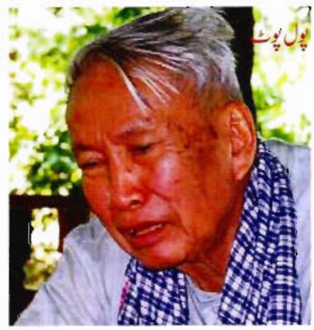

دیہات والے سماج میں تبدیل کرنے پر مجبور کیا گیا۔ شہروں کے پڑھے لکھے اور پیشہ ور افراد کو خاص طور پر نشانہ بنایا گیا اور اس طبقے کا تقریباً صفایا ہو گیا۔ ملک کا نام بھی بدل کر کمپوچیا کر دیا گیا۔ ٹھیک تین سال بعد اسی مہینے میں کمبوڈیا کے باغیوں نے ویت نامی فوج کی مدد سے پول پوٹ کی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔

6 جنوری: 1842 کو 4500 انگریز اور ہندوستانی فوجی کابل چھوڑ کر ہندوستان واپس آتے وقت افغانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔♦ 1929 میں مدر ٹریسا ہندوستان کے غریب ترین لوگوں میں رہ کر کام

کرنے کے لیے کولکاتا آئیں۔♦ 1412 میں جون آف آرک Joan of Arc فرانس میں پیدا ہوئی۔ 'مقدس روحوں' کے اشارے پر اس نے فرانسیسیوں کو اورلینس میں برطانوی محاصرہ توڑنے کی ترغیب دی اور کئی جنگی کامیابیاں حاصل کیں۔ فرانس اور برطانیہ کے

درمیان جاری رہنے والی سو سال کی جنگ میں جو 1337 میں شروع ہوئی تھی، اس کی قیادت میں فرانس نے کئی اہم کامیابیاں حاصل کیں۔ آخر میں اسے پکڑ کر انگریزوں کے حوالے کر دیا گیا جنھوں نے پرانے عیسائی عقیدوں کے خلاف عمل کے لیے اس پر مقدمہ چلایا اور زندہ جلا دیا۔ 1920 میں رومن کیتھوک چرچ نے جون آف آرک کو ایک مقدس ہستی تسلیم کیا اور عیسائی سینٹ قرار دیا۔

7 جنوری: 1761 کو پانی پت کی لڑائی میں افغان فوجیوں نے مرہٹوں کو ہرا دیا۔♦ 1714 میں برطانوی موجد ہنری مل نے پہلے ٹائپ رائٹر کو پیٹنٹ کرایا جس میں کسی حرف کا بٹن دبانے سے وہ حرف کاغذ پر چھپ جاتا تھا اور یوں دنیا میں مشینی لکھائی شروع ہوئی۔

8 جنوری: 1937 کو مشہور عالم امریکی گلوکار ایلوِس پریسلے Elvis Presley مسی سپی، امریکہ میں پیدا ہوئے۔

9 جنوری: 1960 کو پہلے دھماکے کے ساتھ مصر میں دریائے نیل پر آسوان باندھ کی تعمیر شروع ہوئی۔ اربوں ڈالر کے اس منصوبے کی ایک تہائی لاگت سوویت یونین کی کمیونسٹ حکومت نے دی۔ اس باندھ سے بننے والی جھیل، لیک ناصر Lake Nasser دو ہزار مربع

اوسوان باندھ کی تعمیر سے وجود میں آنے والی جھیل 'ناصر لیک' کا خوش نما منظر

میل رقبہ رکھتی ہے اور دنیا میں انسان کے بنائے ہوئے سب سے بڑے آبی ذخائر میں شمار ہوتی ہے جس سے آس پاس کے ریگستانی علاقوں کی ایک لاکھ ایکڑ سے زیادہ زمین کی سینچائی ممکن ہے۔ جنوری 1971 میں مصر کے صدر انور سادات مرحوم اور سوویت یونین کے صدر نکولائی پودگورنی نے اس کا افتتاح کیا۔

10 جنوری: 1966 کو ہندوستان اور پاکستان نے امن کے سمجھوتے پر دستخط کیے۔ ♦ 1839 میں برطانیہ میں ہندوستان سے پہلی بار چائے پہنچی۔ ♦ 1878 میں لندن میں پیڈنگٹن اور فیرنگڈن کے درمیان دنیا کی سب سے پہلی زمین کے نیچے چلنے والی ریل سروس کی شروعات ہوئی۔ ♦ 1912 میں گلین کرٹیس کی ایجاد کی ہوئی اڑن کشتی flying boat airplane نے ہیمنڈس پورٹ نیویارک میں پہلی اڑان بھری۔

11 جنوری: 1964 کو سرکاری طور پر پہلی مرتبہ امریکی میڈیکل رسالے یوایس سرجن جرنل میں تسلیم کیا گیا کہ سگریٹ پینا صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔

12 جنوری: 1879 کو جنوبی افریقہ میں انگریزوں اور زولو لینڈ کے باشندوں کے درمیان زولو جنگ شروع ہوئی جس میں بالآخر زولو ایمپائر کا خاتمہ ہو گیا۔ ♦ 1991 میں امریکی کانگریس نے صدر جارج بش کو عراق پر چڑھائی کی اجازت دے دی جس نے کویت پر قبضہ کر لیا تھا۔

13 جنوری: 1893 کو برطانیہ میں آزاد لیبر پارٹی قائم ہوئی جس کے بانی اور پہلے لیڈر جیمس کیئر ہارڈی تھے۔

14 جنوری: 1892 کو ایلمیر انیویارک میں امریکی فلم انڈسٹری کی اہم شخصیت ہال روش کی پیدائش ہوئی جنھوں نے چھوٹی بڑی ہر طرح کی تقریباً ایک ہزار فلمیں بنائیں۔ ان میں لاریل-ہارڈی کی کامیڈی فلمیں بھی شامل تھیں۔

15 جنوری: 1934 کو ہندوستان نیپال سرحد پر 8.4 طاقت کے زلزلے میں 10700 لوگوں کی موت ہوئی۔ ♦ 1870 میں امریکہ کی ڈیموکریٹک پارٹی کو پہلی بار ایک اخبار ہارپرز ویکلی نے کارٹون میں گدھے کے طور پر دکھایا۔ بعد میں ہمیشہ کے لیے گدھا، ڈیموکریٹک پارٹی کی پہچان بن گیا۔ ♦ 1929 میں مہاتما گاندھی کے پیروکار امریکی سیاہ فام رہنما مارٹن لوتھر کنگ امریکی ریاست جارجیا کے اٹلانٹا شہر میں پیدا ہوئے۔ شہری حقوق کی لڑائی کے لیے انھیں 1964 نوبیل امن انعام دیا گیا۔ 4 اپریل 1968 کو ٹینیسی کے شہر ممفس میں ان کا قتل ہوا۔ 1983 میں جنوری کے تیسرے پیر (سوم وار) کو ان کا یوم پیدائش منانے کے لیے قانونی چھٹّی کا دن قرار دیا گیا۔

16 جنوری: 1761 کو انگریزوں نے پانڈیچیری کو جو اب پڈوچیری کہلاتا ہے، فرانسیسیوں سے چھین کر اپنے قبضے میں لے لیا۔ ♦ 1547 میں روس کے غضب ناک حکمراں ایوان نے جسے تاریخ میں

پانڈی چیری کا گورنمنٹ پارک میموریل ◄

ایوان خطرناک Ivan the Terrible کا لقب دیا گیا ہے، خود کو پہلا روسی زار Czar یا Caesar قرار دے دیا حالانکہ وہ 1533 سے حکومت کر رہا تھا۔ اس نے 1584 تک حکومت کی اور اس دوران وہ قانونی اور تہذیبی و ثقافتی اصلاحات کیں جن کی روس کو سخت ضرورت تھی۔ لیکن اس نے روس کے اعلیٰ طبقے کے خلاف جسے طبقۂ اشرافیہ کہا جاتا ہے، دہشت کا ماحول بھی پیدا کیا جس سے 3 ہزار لوگوں کی موت ہوئی۔ وہ غصہ ور بہت تھا اور ایک مرتبہ غصے میں اس نے خود اپنے بیٹے کو بھی ہلاک کر دیا تھا۔ ♦ 1979 میں ایران کے حکمراں رضا شاہ پہلوی نے آیت اللہ روح اللہ خمینی کی قیادت میں

کٹر اسلام پرستوں کے مظاہروں سے گھبرا کر ملک چھوڑ دیا۔ ♦ 1991 میں بغداد پر ہوائی حملوں کے ساتھ عراق امریکہ جنگ شروع ہوگئی جسے پوری دنیا نے ٹیلی ویژن پر براہ راست دیکھا۔ یہ اس نوعیت کا پہلا ٹی وی ٹیلی کاسٹ تھا۔ ♦ 1992 میں میکسیکو سٹی میں ایک امن سمجھوتے پر دستخط کے بعد ال سلواڈور میں 12 سال سے جاری خانہ جنگی کا خاتمہ ہوگیا جس میں 75 ہزار لوگ مارے گئے تھے۔

17 جنوری: 1773 کو کپتان جیمس کک نے اپنے جہاز 'ریزولیوشن'

کے ذریعے دنیا کی تاریخ میں پہلی مرتبہ جنوبی قطب کے برفیلے دائرے یعنی انٹارکٹک سرکل کو پار کیا۔ ♦ 1966 میں ہائڈروجن بم لے جانے والا امریکی بی 52 ہوائی جہاز اس ہوائی جہاز سے ٹکرا گیا جو فضا میں ہی اس میں مزید ایندھن بھر رہا تھا۔ اسپین کے اوپر ہونے والے اس حادثے میں جہازی عملے کے آٹھ افراد ہلاک ہوگئے، اور ہوائی جہاز نے ہائڈروجن بم کو اٹلانٹک سمندر میں گرا دیا۔ ♦ 1706 میں بنجامن فرینکلن امریکی

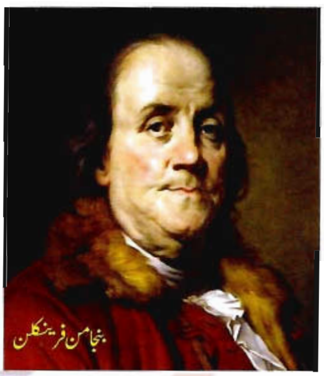

ریاست میسا چیوسٹس کے شہر بوسٹن میں پیدا ہوئے۔ ان کا شمار دنیا کے عظیم دانش وروں اور سائنسدانوں میں ہوتا ہے۔ وہ ایک کامیاب سیاست داں، پرنٹر، پبلشر، مصنف، فلسفی اور ڈپلومیٹ تھے۔ انھوں نے امریکہ کی آزادی اور نئے امریکی آئین پر دستخط کئے تھے۔ ♦ 1942 میں مشہور عالم باکسر محمد علی (کیشیس کلے) امریکی

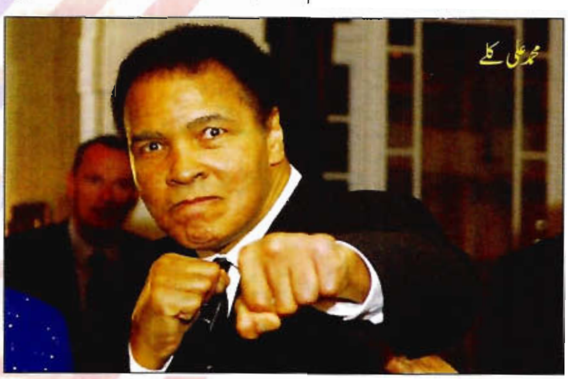

ریاست کینٹکی کے لوئیز وِلے میں پیدا ہوئے۔ کہتے ہیں دنیا میں ان سے بڑا مکّے باز پیدا نہیں ہوا۔ وہ عیسائی تھے لیکن سیاہ فام لوگوں کے ساتھ خراب برتاؤ کو سمجھنے کے بعد انھوں نے مذہب اسلام اپنا لیا اور امریکی پالیسیوں کے خلاف بیانات دینے لگے۔ امریکی حکومت نے ویت نام کی جنگ میں لڑنے سے ان کے انکار کی بنا پر انھیں جیل میں ڈال دیا اور ان کا خطاب بھی چھین لیا۔ قانونی لڑائی جیتنے کے بعد وہ قید سے باہر آئے اور 1974 میں باکسر جارج فورمین کو ہرا کر انھوں نے پھر عالمی خطاب جیت لیا۔

18 جنوری:1993 کو امریکہ میں پہلی بار تمام 50 ریاستوں میں سیاہ فام امریکی رہنما مارٹن لوتھر کنگ سے منسوب چھٹّی کا دن منایا گیا۔

ڈاکٹر رادھا کرشنن ، مسز اندرا گاندھی کو حلف دلاتے ہوئے

19 جنوری:1966 کو محترمہ اندرا گاندھی وزیراعظم لال بہادر شاستری کے انتقال کے آٹھ روز بعد ملک کی وزیراعظم چنی گئیں۔ صدر جمہوریہ ڈاکٹر رادھا کرشنن نے انھیں عہدے کا حلف دلایا۔ پہلے دور میں وہ 1977 تک اور پھر 1980 سے 1984 تک اس عہدے پر رہیں۔ 31 اکتوبر 1984 کو ان کے اپنے ہی محافظوں نے قتل کر دیا جس کے بعد ان کے اکلوتے فرزند راجیو گاندھی کو ملک کا وزیراعظم بنایا گیا۔ ♦ 1809 میں مشہور شاعر اور جاسوسی و پراسرار کہانیوں کے مصنف ایڈگر ایلن پو، میساچیوسٹس کے شہر بوسٹن میں پیدا ہوئے۔ وہ اپنی مقبول نظم The Raven اور پراسرار کہانیوں The Fall of the House of Usher, Tales of the Grotesque and Arabesque, The Murders in the Rue Morgue کے لیے بہت مشہور ہیں۔

20 جنوری:1649 کو انگلینڈ میں خانہ جنگی ختم ہونے کے بعد کنگ چارلس اوّل کو ویسٹ منسٹر ہال کی عدالت عالیہ کے سامنے لا کر غداری کا الزام لگایا گیا۔ دراصل خانہ جنگی اس بات پر ہوئی تھی کہ بادشاہ کا حکم سب کے لیے لازم ہونا چاہیے یا اس حکم کو ملک کی پارلیمنٹ کے اختیارات کا پابند ہونا چاہیے۔ اس میں اولیور کرام ویل کی پارلیمانی فوج نے بادشاہ کی فوج پر فتح حاصل کی تھی۔ عدالت نے بادشاہ کو ملک دشمن، غدار، قاتل اور عوام کا دشمن قرار دیتے ہوئے سزائے موت سنائی اور چند روز بعد لندن کے وہائٹ ہال پیلیس کے سامنے چارلس اوّل کا سر دھڑ سے الگ کر دیا گیا۔ ♦ 1945 میں فرینکلن ڈیلانو روز ویلٹ چوتھی بار امریکہ کے صدر بنے۔ وہ 1933 سے اس عہدے پر تھے اور امریکہ کی تاریخ میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی چوتھی بار صدر بنا ہو۔ ♦ 1981 میں

چارلس اوّل

رونالڈ ریگن

رونالڈ ریگن 69 سال کی عمر میں امریکہ کے سب سے زیادہ عمر کے صدر منتخب ہوئے۔ عہدہ سنبھالنے کی تقریب میں انھوں نے ایران کی راجدھانی تہران کے امریکی سفارت خانے میں قیدی بنائے گئے 52 امریکیوں کو 444 دن کی قید کے بعد رہا کئے جانے کا اعلان کیا۔ ♦ 1996 میں فلسطینی رہنما یاسر عرفات 88 فیصد ووٹوں سے پہلی

بار فلسطینی عوام کے رہنما چنے گئے۔

21 جنوری:1952 کو پنڈت جواہر لال نہرو کی کانگریس پارٹی نے پہلا جمہوری چناؤ جیت لیا۔ ◆ 1793 میں انقلابِ فرانس کے بعد بادشاہ لوئی سولہویں کو دوسرے ملکوں کے ساتھ ساز باز کر کے فرانس پر حملے کے لیے اکسانے کے الزام میں سر دھڑ سے الگ کرنے والی مشین

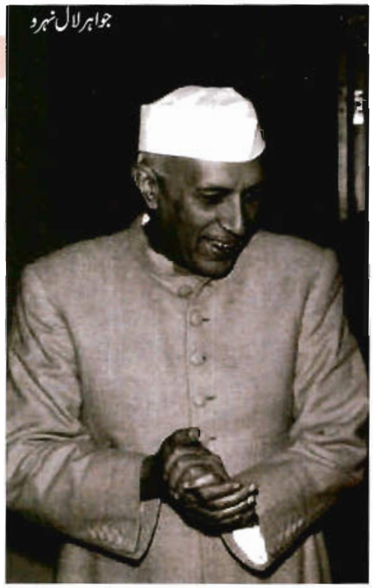
جواہر لال نہرو

گلوٹین سے ہلاک کر دیا گیا۔ انقلاب کے دوران بادشاہ نے آسٹریا بھاگ جانے کی کوشش کی تھی۔ دس ماہ بعد اس کی بیوی ملکہ میری اینٹوئنیٹ کو بھی اسی طرح گلوٹین سے سزائے موت دی گئی۔ ◆ 1924 میں سوویت روس کے رہنما ولادیمیر ایلیچ لینن دماغ کی رگ پھٹنے سے انتقال کر گئے۔ ان کی رہنمائی میں Balsheviks بالشویک (کمیونسٹوں) نے روس میں زار شاہی کا خاتمہ کر دیا تھا اور اکتوبر 1917 کے انقلاب کے تحت دنیا کی پہلی کمیونسٹ حکومت قائم ہوئی تھی۔ ◆ 1976 میں

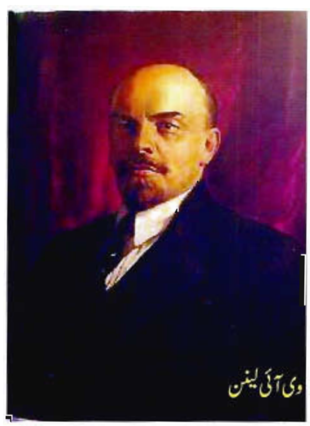
وی آئی لینن

زمین سے 60 ہزار فٹ کی اونچائی پر آواز کی رفتار سے دوگنی رفتار پر اُڑنے والے کونکورڈ Concorde سپر سونک ہوائی جہاز نے لندن سے بحرین اور پیرس سے ریوڈی جنیرو کے درمیان مسافر سروس شروع کی۔

22 جنوری:1760 کو جنوبی ہند کے ونڈی واسی مقام پر انگریزوں اور فرانسیسیوں میں ہندوستانی حکمرانوں کو لوٹنے کا حق حاصل کرنے کے لیے ہونے والی جنگ میں انگریز جیت گئے۔ ◆ 1901 میں انگلینڈ کی ملکہ وکٹوریہ کا انتقال ہوا جنھوں نے انگلینڈ کی تاریخ میں 64 سال کے سب سے لمبے عرصے تک حکومت کی اور جن کے دور میں انگلینڈ دنیا کی سب سے طاقتور ایمپائر (سلطنت) بن گیا۔

23 جنوری:1561 کو برطانوی فلسفی، مصنف اور نثر نگار فرانسس بیکن لندن میں پیدا ہوئے۔ علم حاصل کرنے کے بارے میں لکھی گئی کتابوں Novum Organum اور The Advancement of Learning کے لیے انھیں دنیا بھر میں جانا جاتا

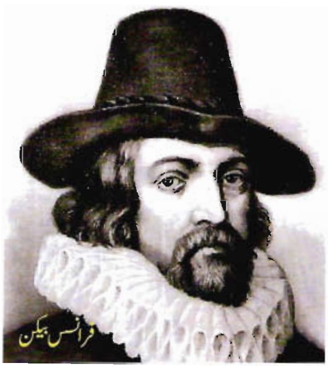
فرانسس بیکن

ہے۔ ◆ 1937 میں 17 روسی کمونسٹ لیڈروں کو لیون ٹراٹسکی کی قیادت میں جوزف اسٹالن کی کمیونسٹ حکومت کا تختہ الٹنے اور اس کے بڑے لیڈروں کو قتل کرنے کی سازش کے الزام میں پکڑا گیا اور سات روز تک مقدمے کی سماعت کے دوران ان میں سے 13 کو سزائے موت سنائی گئی۔ ٹراٹسکی بھاگ کر میکسیکو چلا گیا جہاں اسے 1940 میں قتل کر دیا گیا۔ یہ بھی سنا گیا کہ اسے ترکی جانے کی اجازت دی گئی تھی۔

24 جنوری:1965 کو سابق برطانوی وزیر اعظم ونسٹن چرچل کا 91 برس کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ وہ جرمنی کے خلاف دوسری عالمی جنگ کے دوران انگلینڈ کے وزیر اعظم رہے۔ ◆ 1972 میں جاپانی سپاہی شوئی چی یوکوئی، 28 سال تک جنگلوں میں چھپے رہنے کے بعد جاپانی شہر گوام کے جنگل میں ملا۔ اسے پتہ ہی نہیں تھا کہ دوسری عالمی جنگ کبھی کی ختم ہو چکی ہے۔

25 جنوری:1947 کو شکاگو امریکہ میں جرائم کی دنیا کے بے تاج بادشاہ ال کپونی کی آتشک syphilis سے موت ہو گئی۔

♦ 1971 میں یوگنڈا میں ملٹن اوبوٹے کو برطرف کر کے عیدی امین نے حکومت پر قبضہ کر لیا اور صدر و ڈکٹیٹر بن نہ صرف تمام ایشیائیوں کو یوگنڈا سے نکال دیا بلکہ 3 لاکھ قبائلی باشندوں کو بھی قتل کرا دیا۔

♦ 1627 میں سائنس داں رابرٹ بوئل لزمور، آئرلینڈ میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے گیسوں کے دباؤ اور والیوم کے بارے میں نئے اصول دریافت کیے جنھیں بائلس لا کہتے ہیں۔

Indian Express
INDIA PROCLAIMED SOVEREIGN DEMOCRATIC REPUBLIC
Madras Turns Into 'City Of Lights'
RAJENDRA PRASAD SWORN IN AS PRESIDENT
FESTIVE ILLUMINATIONS ON REPUBLIC DAY
Proclamation Read Out By Retiring Governor-General
A Million People Watch Presidential Procession

26 جنوری:1951 کو صبح 10 بج کر 12 منٹ پر پارلیمنٹ میں اعلان کے ساتھ ہندوستان جمہوری ملک بن گیا، چنانچہ ہر سال یہ دن یوم جمہوریہ کے طور پر منایا جاتا ہے۔ ♦ 1929 میں اسی روز انڈین نیشنل کانگریس نے ہندوستان کی آزادی کو اپنا نصب العین قرار دیا تھا۔

27 جنوری:1945 کو سووت یونین کی روسی فوج نے پولینڈ میں کراکوف کے نزدیک آشویز Auschwitz ڈیتھ کیمپ کو آزاد کرایا جہاں مشینی اور تکنیکی طریقوں سے تقریباً 20 لاکھ لوگوں کو قتل کیا گیا۔ ان میں 15 لاکھ یہودی تھے۔ ♦ 1973 میں پیرس میں امریکہ اور شمالی ویت نام کے درمیان سمجھوتے پر دستخط ہوئے اور امریکہ کی تاریخ کی سب سے لمبی جنگ کا خاتمہ امریکی شکست پر ہوا۔ شمالی ویت نام کے ساتھ جنگ میں 58 ہزار امریکی ہلاک اور 3 لاکھ زخمی ہوئے۔ ♦ 1756 میں دنیا کے مشہور موسیقار ولف گانگ امیڈیوس موزارٹ کی سالزبرگ آسٹریا میں

پیدائش ہوئی۔ انھوں نے صرف 35 سال کی عمر پائی مگر ان کی 600 میوزک کمپوزیشنوں 16 آپیروں، 41 سمفنیوں پیانو اور وائلن کے 32 کنسرٹس وغیرہ نے انھیں موسیقی کی تاریخ میں امر کر دیا۔ ♦ 1832 میں برطانوی ناول نگار شاعر لیوس کیرول، چیشائر انگلینڈ کے ڈاریس بری میں پیدا ہوئے۔ تب ان کا نام چارلس لٹ وِگ ڈاج سن تھا۔ وہ بچوں کے لیے لکھی گئی کتاب Alice's Adventures in Wonderland اور Through the Looking Glass کے لیے بے حد مشہور ہیں۔

28 جنوری:1846 کو اَلوال کی لڑائی میں انگریزوں نے سکھوں کو شکست دی۔ ♦ 1986 میں امریکی اسپیس شٹل (بار بار استعمال ہونے والا خلائی جہاز) چیلینجر، اڑان کے صرف 74 سیکنڈ بعد فضا میں پھٹ گیا اور اس پر موجود سبھی سات لوگ مارے گئے۔

29 جنوری:1919 کو امریکی آئین میں ترمیم کر کے شراب اور دیگر نشہ آور مشروبات پر مکمل پابندی لگا دی گئی۔ مگر اس کا الٹا نتیجہ نکلا۔ امریکہ میں شراب مافیا پیدا ہو گئے، جرائم بڑھ گئے، ناجائز شراب بنانے اور بیچنے سے قانون اور انتظام کے حالات بگڑ گئے چنانچہ 13 سال بعد 5 دسمبر 1933 کو یہ پابندی ہٹا لی گئی۔ ♦ 1860 میں تگان روگ، روس میں مشہور روسی ڈرامہ نگار اینٹن چیخوف کا جنم ہوا۔ Uncle Vanya, Three Sisters اور The Cherry Orchard ان کی مشہور کتابیں ہیں۔

30 جنوری:1948 کو آر ایس ایس اور ہندو مہاسبھا سے وابستہ رہ چکے ایک مذہبی جنونی ناتھو رام گوڈسے نے مہاتما گاندھی کو نئی دہلی میں اس وقت گولی ماردی جب وہ ایک پرارتھنا سبھا سے لوٹ رہے تھے۔

31 جنوری:1950 کو امریکی صدر ہیری ٹرومین نے دنیا کو بتایا کہ امریکہ ہائڈروجن بم بنا رہا ہے۔ □

افلاطون: ڈاکٹر صاحب، آج آپ کو شروع میں ہی ایک بہت بڑے سوال کا جواب دینا ہے۔

ڈاکٹر بقراط: اوہو! ایسا کتنا بڑا سوال ہے بھائی؟

افلاطون: بس یوں سمجھ لیجیے کہ جتنی بڑی یہ کائنات ہے اتنا ہی بڑا سوال ہے، کیونکہ یہ کائنات کے بارے میں ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ کون سا عنصر یا element ہے جو ہماری کائنات میں سب سے زیادہ پایا جاتا ہے۔

ڈاکٹر بقراط: ہائڈروجن۔

میاں افلاطون: اتنے بڑے سوال کا اتنا چھوٹا جواب؟

ڈاکٹر بقراط: اکثر بڑے سوالوں کے جواب مختصر ہی ہوتے ہیں۔ ویسے آپ اس سے زیادہ جاننا چاہتے ہیں تو سنیے۔ گیسوں کی مقدار اس کائنات میں سب سے زیادہ ہے۔ پہلے نمبر پر ہائڈروجن ہے۔ اس کے بعد ہیلیم اور تیسرے نمبر پر آکسیجن۔ ٹھوس عناصر میں کاربن اس کائنات میں سب سے زیادہ پایا جاتا ہے لیکن مقدار کے لحاظ سے عناصر میں اس کا نمبر چوتھا ہے۔ ان کے علاوہ نمبروار اس کائنات میں زیادہ مقدار نیون (گیس)، لوہے، نائٹروجن (گیس) سلیکون، میگنیشیم اور سلفر (گندھک) کی ہے۔ ویسے ہماری زمین پر ابھی تک کل ملا کر 118 اور ذرا احتیاط سے حساب لگائیں تو 117 عناصر کا پتہ چل چکا ہے۔ کچھ عناصر انسان نے بھی ایجاد کیے ہیں۔ لیکن ہوسکتا ہے اس کائنات میں ہر طرف پھیلے ہوئے اربوں ستاروں اور ان کے سیاروں میں اور بھی عناصر موجود ہوں۔ یہاں عناصر کے بارے میں بھی یہ بات سمجھ لو کہ عنصر وہ چیز یا مادہ ہے جو اکیلا ہو اور جس کی بناوٹ میں کوئی اور چیز شامل نہ ہو۔ مثلاً سونا، چاندی، لوہا وغیرہ عنصر ہیں۔ جب کہ ہوا، پانی، پیتل، کانسہ وغیرہ مرکب ہیں۔

افلاطون: یہ سوال مالیگاؤں سے عائشہ بانو نے بھیجا تھا اور امید ہے وہ آپ کے جواب سے مطمئن ہوں گی۔ ابھی آپ نے ہوا کا ذکر کیا۔ پانی کی طرح کیا یہ بھی مرکب ہے؟ یہ کسی اور کا نہیں میرا سوال ہے۔

ڈاکٹر بقراط: بہت خوب۔ سوال سے یہ تو پتہ چل گیا کہ تم کم از کم پانی کے بارے میں ضرور جانتے ہو۔

افلاطون: مجھے یاد ہے آپ نے ایک سوال کے جواب میں بتایا تھا کہ پانی ایک جلنے والی گیس ہائڈروجن اور جلانے والی گیس آکسیجن سے مل کر بنا ہے جب کہ وہ خود جلنے والی چیزوں کو بجھا دیتا ہے۔

ڈاکٹر بقراط: بھئی یہ تو بڑی اچھی بات ہے کہ تم سوالوں کے جواب نہ صرف غور سے سنتے ہو بلکہ یاد بھی رکھنے لگے ہو۔ مجھے ڈر ہے کہیں تم اس سال پاس نہ ہو جاؤ۔

افلاطون: اس سے آپ بےفکر رہیے۔ پانی سے جلنے والی چیزیں کیوں بجھ جاتی ہیں اس کا جواب میں نے ہرگز یاد نہیں رکھا۔ ویسے بھی میں ہر کلاس کو

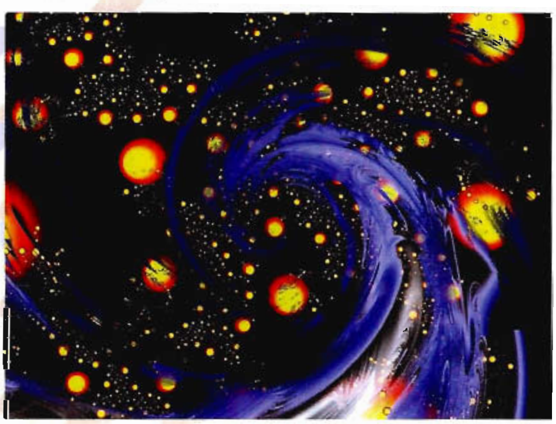

اچھی طرح پاس کرنے میں یقین رکھتا ہوں اور اچھی طرح پاس ہونے کے لیے بری طرح فیل ہونا ضروری ہے۔ خیر آپ ہوا کی طرف آیئے۔

ڈاکٹر بقراط: یہ تم نے ٹھیک کہا کہ ہوا ایک مرکب ہے۔ لیکن یہ پانی جیسا مرکب نہیں ہے۔ پانی کے مولیکیول Molecule یعنی اس کی سب سے چھوٹی مقدار یا اُس ذرے میں، جسے تقسیم نہ کیا جا سکے، ہائڈروجن اور آکسیجن دونوں اپنی مقدار کے مطابق موجود رہتی ہیں۔ جب کہ ہوا کا کوئی اس طرح کا مولیکیول نہیں ہوتا۔ اس میں شامل گیسیں عام طور پر الگ الگ ہوجاتی ہیں۔ اس کے علاوہ تم دیکھو گے کہ بہت اونچائی پر یعنی اونچے پہاڑوں کی چوٹیوں اور سمندر کے کنارے پر چلنے والی ہواؤں میں فرق ہوتا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ آکسیجن باقی گیسوں سے کسی قدر بھاری ہونے کی بنا پر اونچائی پر کم اور نیچائی پر زیادہ پائی جاتی ہے۔ جب کہ پانی خواہ کہیں بھی ہو، بلکہ برف یا بھاپ کی شکل میں بھی ہو تو اس کے مولیکیول کی بناوٹ ایک سی رہتی ہے۔ یہاں یہ بھی جان لو کہ ہوا میں سب سے زیادہ نائٹروجن گیس پائی جاتی ہے۔ 78 فیصد سے کچھ زیادہ۔ اس کے بعد 21 فیصد سے ذرا کم آکسیجن ہوتی ہے۔ باقی ایک فیصد ہوا میں سب سے زیادہ کاربن ڈائی آکسائڈ اس کے بعد نیون اور پھر ہیلیم، میتھین، ہائڈروجن اور کرپٹن گیسیں ہوتی ہیں۔ ان سبھی گیسوں میں آپس میں کوئی کیمیائی ردعمل یعنی Chemical Reaction نہیں ہوتا۔

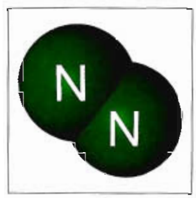

افلاطون: ہوا میں پانی بھی تو ہوتا ہے؟

ڈاکٹر بقراط: بالکل ہوتا ہے لیکن یہ بھی ہوا کا حصہ نہیں ہے۔ مثلاً افریقہ کے صحرائی علاقے کی ہوا میں بالکل پانی نہیں ہوتا۔ ہوا میں پانی بھاپ کی یا بعض علاقوں میں ننھی ننھی بوندوں کی شکل میں پایا جاتا ہے۔ ہوا کے پانی کو نمی یا رطوبت یعنی humidity کہتے ہیں۔ یہ جتنی زیادہ ہوتی ہے ہوا اتنی ہی بھاری اور اُمس بھری ہوجاتی ہے۔ میدانی علاقوں میں عام طور پر برسات کے موسم میں زیادہ نمی پائی جاتی ہے۔

افلاطون: ایک بات اور رہ گئی ڈاکٹر صاحب۔ آپ نے بتایا ہوا میں

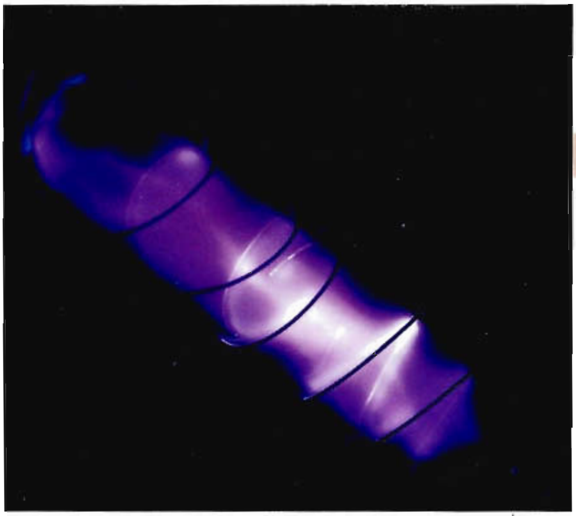

▲ ہائی وولٹیج بجلی سے روشن ہونے پر خالص نائٹروجن ایسی نظر آتی ہے

سب سے زیادہ مقدار نائٹروجن گیس کی ہوتی ہے۔ اس کے باوجود ہوا سے انسان کی آنکھوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ جب کہ کہتے ہیں نائٹروجن آنکھ میں آنسو لانے والی گیس ہے۔

ڈاکٹر بقراط: آدھا ادھورا علم کافی خطرناک ہوتا ہے۔ جس خصوصیت کا ذکر تم کر رہے ہو وہ نائٹروجن میں نہیں امونیا گیس میں ہوتی ہے جو نائٹروجن اور ہائڈروجن گیسوں سے بنتی ہے۔ نائٹروجن کا پتہ اسکاٹ لینڈ کے سائنسداں ڈینئیل ردرفورڈ نے 1772 میں لگایا تھا اور تب اُس نے اِسے ایک طرح کی مردہ گیس کا نام دیا تھا۔ نائٹروجن ایک بے ذائقہ اور بغیر بُو والی گیس ہے۔ نہ یہ جلتی ہے نہ جلاتی ہے۔ یہ اپنی اصلی شکل میں کسی کام کی نہیں لیکن اس کے کیمیائی ردعمل سے بننے والی چیزیں بہت کام کی ہوتی ہیں اور یوں سمجھ لو کہ زندگی کا وجود اس گیس کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ یعنی زمین پر نائٹروجن نہ ہوتی تو زندگی بھی پیدا نہ ہوتی۔

افلاطون: مگر وہ آنکھ والی بات ابھی تک میرے ذہن میں اٹکی ہے۔ ایک ہندی کے طالب علم نے کہا تھا کہ نائٹروجن لفظ دراصل نیتر جن ہے اور نیتر ہندی میں آنکھ کو کہتے ہیں۔

ڈاکٹر بقراط: یہ سب کہنے کی باتیں ہیں میاں اور اسی لیے میں کہتا ہوں کہ آدھا ادھورا علم نقصان دہ ہوتا ہے۔ اسی لیے نیم حکیم یعنی آدھے

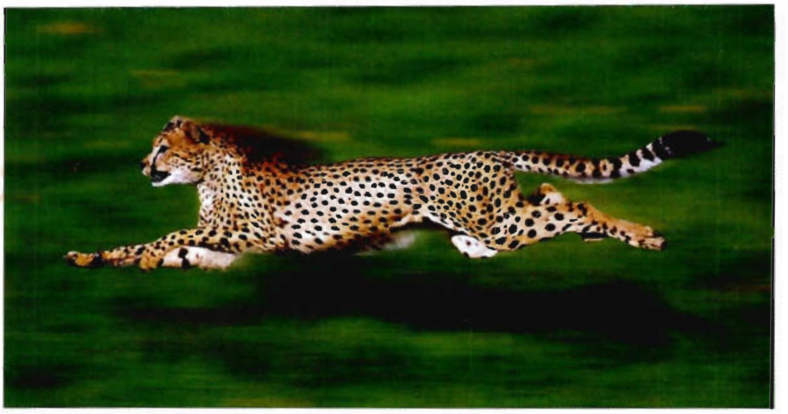

حکیم کو جان کے لیے خطرہ مانا جاتا ہے۔انگریزی میں نائٹروجن فرانسیسی لفظ nitrogène سے لیا گیا تھا جو اصل میں یونانی لفظ nitron سے آیا تھا۔اس کا ہندی کے نیتر سے کچھ لینا دینا نہیں ہے۔اب جب تم نے اتنی باتیں جان لی ہیں نائٹروجن کے بارے میں تو یہ بھی جان لو کہ جس کہکشاں Galaxy میں ہم رہتے ہیں اس کا ساتواں حصہ نائٹروجن ہے۔

افلاطون: اوہ! لیجیے آج کا تو سارا وقت ہوا میں ہی نکل گیا۔

ڈاکٹر بقراط: اس لیے کہ آج زیادہ تر سوال تمھارے تھے۔

افلاطون: پھر بھی ایک چھوٹا سا سوال کولکاتا کے محمد صدیق کا لے لیتے ہیں۔انھوں نے پوچھا ہے کہ اس زمین پر سب سے تیز رفتار جانور کون سا ہے اور اس کی رفتار کیا ہے۔

ڈاکٹر بقراط: سب سے تیز رفتار چیتے کی پائی گئی ہے جو 120 کلومیٹر فی گھنٹا کی رفتار سے دوڑ سکتا ہے۔دراصل اس کے ہاتھ پاؤں کے پنجے بے حد طاقتور ہوتے ہیں اور یہ ان کی مدد سے بہت جلدی اپنی رفتار میں تیزی لا سکتا ہے۔ان کی مدد سے یہ چھلانگ بھی لگاتا ہے اور بیچ بیچ میں زمین سے انھیں چھو کر رفتار میں تیزی بھی لاتا ہے۔صفر سے 65 کلومیٹر فی گھنٹا کی رفتار تک پہنچنے میں اسے صرف 3 سیکنڈ لگتے ہیں جو بہت طاقتور موٹر سائیکل کے لیے بھی آسان نہیں۔ لفظ چیتا سنسکرت سے آیا ہے اور چیتے کی سب سے اچھی نسل ہندوستان میں ہی پائی جاتی تھی لیکن انگریزوں کے زمانے میں ان کے افسروں اور ہندوستانی راجے رجواڑوں کے شکار کے شوق نے ان کی نسل کو تقریباً ختم کر دیا تھا۔اب یہاں وہاں سے چیتے لاکر اور انھیں سخت نگرانی میں خاص جنگلوں میں محفوظ رکھ کر ان کی نسل بڑھانے کی کوشش کی جارہی ہے مگر وحشی شکاریوں نے اس قدر نقصان کیا ہے کہ اس میں کوئی خاص کامیابی نہیں مل رہی ہے۔

افلاطون: ویسے ڈاکٹر صاحب میری رفتار کبھی کبھی چیتے سے بھی زیادہ تیز ہو جاتی ہے۔

ڈاکٹر بقراط: اماں نہیں! بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

افلاطون: وہ ایسے کہ ابھی میں کچن میں رکھے ہوئے گاجر کے حلوے کے بارے میں سوچ رہا ہوں اور اگلے ہی منٹ مجھے خالہ اماں کے گھر پر کھائے ہوئے انڈے کے حلوے کا خیال آجاتا ہے جو گاجر کے حلوے سے بھی لذیذ تھا اور خالہ کا گھر ہمارے شہر سے پانچ سو کلومیٹر دور لکھنؤ میں ہے۔آپ ہی بتائیے کیا چیتا اس رفتار سے دوڑ لگا سکتا ہے۔

ڈاکٹر بقراط: یہ تو کچھ بھی نہیں میاں۔عقل کے گھوڑے کو تم ایک سیکنڈ میں چاند ستاروں تک بھی دوڑا سکتے ہو جب کہ کئی ستاروں تک روشنی کو پہنچنے میں بھی ہزاروں سال لگ جاتے ہیں۔چیتے کی بھلا کیا اوقات ہے۔

افلاطون: اوفوہ، آپ تو ہر بات مذاق میں اڑا دیتے ہیں۔چلیے، قارئین سے اجازت لیتے ہیں۔خدا حافظ □

قلم کاروں سے اہم گزارش

• بچّوں کی دنیا کے لیے کچھ بھی لکھتے وقت سادہ زبان اور آسان ترین لفظوں کا استعمال فرمائیں۔• انگریزی لفظوں کو انگریزی میں بھی صاف صاف لکھیں۔• بے وزن و بے بحر شعری تخلیقات نہ بھیجیں۔• کسی بھی موضوع پر لکھنے سے پہلے شعبہ ادارت سے ضرور مشورہ کر لیں • ہاتھ سے لکھے مضامین صرف 'اے فور' A4 سائز کے کاغذ پر بھیجیں۔

ہریندر ناتھ چٹوپادھیائے (مرحوم)

نانی کی ناؤ چلی

نانی کے صندوق میں اس بار خود نانی سے ہی تعلق رکھنے والی ایک مزے دار نظم ہمیں ملی ہے جسے ہندوستان کے ایک مشہور انگریزی شاعر اور بلبلِ ہند مسز سروجنی نائڈو کے چھوٹے بھائی ہریندر ناتھ چٹوپادھیائے نے اردو میں لکھا تھا۔ برسوں پہلے جب وہ خود ریڈیو پر بچوں کے پروگرام میں اپنے خاص انداز میں جھوم جھوم کر یہ نظم سناتے تو بچے پلک جھپکائے بغیر سنتے رہ جاتے تھے۔ بعد میں ایک فلم میں اسی طرز پر اشوک کمار نے بھی اسے گایا لیکن ہریندر ناتھ مرحوم کی بات ہی کچھ اور تھی۔ لفظوں کے چناؤ سے نظموں میں تال اور سُر کی کیفیت پیدا کرنا ان کی خاص خوبی تھی۔ پڑھیے اور مزا لیجیے۔

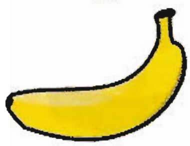

ناؤ چلی ناؤ چلی
نانی کی ناؤ چلی
نینا کی نانی کی ناؤ چلی
لمبے سفر پر

ہریندر ناتھ چٹوپادھیائے

سامان گھر سے نکالے گئے
نانی کے گھر سے نکالے گئے
اِدھر سے اُدھر سے نکالے گئے
نانی کی ناؤ میں ڈالے گئے
سامان کیا کیا نکالے گئے؟
اک چھڑی اک گھڑی
اک تلوار اک شلوار
اک لاڑو اک جھاڑو
اک صندوق اک بندوق
اک ڈھولک اک بین
اک گھوڑے کی زین
اک جھیور کا جال
اک گھوڑے کی نال
اک ڈورا اک ڈوری
اک بورا اک بوری
اک انڈا اک ڈنڈا
اک جھنڈا اک ہنڈا
اک انجیر اک زنجیر
اک طوطا اک بھالو
اک لہسن اک آلو
اک کیلا اک آم
اک پکّا اک کچّا
اور ٹوکری میں اک بلّی کا بچّہ

نینا کی نانی تھی بڈھی بہری
نانی کی نیند تھی اتنی گہری
اتنی گہری... کتنی گہری؟
ندیا سے گہری دن دوپہری

پھر اک مگر نے پیچھا کیا
نانی کی ناؤ کا پیچھا کیا
نینا کی نانی کی ناؤ کا پیچھا کیا
چپکے سے پیچھے سے
اوپر سے نیچے سے
ایک ایک سامان کھینچ لیا

اک بلّی کا بچّہ
اک کیلا اک آم
اک پکّا اک کچّا
اک لہسن اک آلو
اک طوطا اک بھالو
اک انجیر اک زنجیر
اک جھنڈا اک ہنڈا
اک انڈا اک ڈنڈا
اک بورا اک بوری
اک ڈورا اک ڈوری
اک گھوڑے کی نال
اک جھیور کا جال
اک گھوڑے کی زین
اک ڈھولک اک بین
اک صندوق اک بندوق
اک لاڑو اک جھاڑو
اک تلوار اک شلوار
اک چھڑی اک گھڑی

مگر نانی کیا کر رہی تھی؟
نانی بے چاری تھی بڈھی بہری

رات کی رانی ٹھنڈا پانی
گرم مسالہ پیٹ میں تالہ
ساڑھے سولہ۔ پندرہ کے پندرہ
دونی تیس۔ تیا پینتالیس
چوکے ساٹھ۔ پنجے پچھتّر
چھکّے نوے۔ ستّے پچلن
اٹھے پیسن، نمّے پتیسا
گلے میں رسّا... □

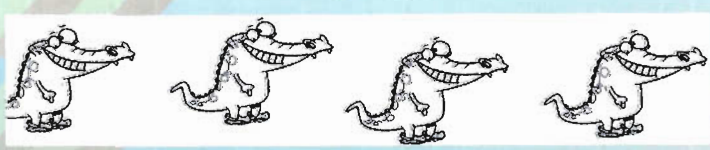

جولز ورنے مترجم: صفدر حسین

اَسّی دِن کا سفَر

فرانسیسی مصنف ، شاعراور ڈرامہ نویس جولز گیبرئیل ورنے Jules Gabriel Verne دنیا میں سب سے زیادہ پڑھے جانے والے ناول نگاروں میں شامل ہیں۔ ان کے ناولوں پر فلمیں بن چکی ہیں جن میں اراؤنڈ دی ورلڈ ان ایٹی ڈیز Around the World in Eighty Days بہت مشہور ہوئی۔ یہ ایک ایسے شریف انسان فلیس فوگ Phileas Fogg کی مہم جوئی کا قصہ ہے جو لندن کے ایک کلب میں تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے کے ایک ایسے زمانے میں صرف اَسّی دن کے اندر دنیا کا پورا ایک چکّر لگانے کی شرط قبول کر لیتا ہے جب ہوائی جہاز اور موٹریں نہیں تھیں اور پانی کے جہاز بھاپ سے چلتے تھے۔ جیسے ہی فلیس فوگ اپنے فرانسیسی خادم ژاں پاسپرٹو Jean Passepartout کو ساتھ لے کر شرط کے مطابق اپنا سفر شروع کرتا ہے پولیس اسے ڈاکو سمجھ کر پیچھے لگ جاتی ہے اور یوں طرح طرح کی رکاوٹوں سے بھرا اس کا سفر بالآخر مکمل ہوتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ وقت کے معاملے میں پہلی مرتبہ فلیس فوگ سے ایک غلطی ہوگئی ہے اور وہ بظاہر شرط ہار جاتا ہے۔ لیکن تبھی ایک حیرت انگیز سچّائی سامنے آتی ہے جسے جان کر آپ حیران رہ جائیں گے کہ ارے! یہ تو ہم نے سوچا ھی نہیں تھا! مدیر

اب تک کی کہانی: یہ 1872 کی کہانی ہے۔لندن میں ایک مالدار شخص فلیس فوگ جو وقت ، ضابطوں اور قول کا سخت پابند اورشریف انسان تھا ایک بڑے گھر میں تنہا رہتا تھا۔2 اکتوبر کو اس کے نوکر کی شامت آئی تو اس نے مالک کو شیو کے لیے 86 ڈگری کی بجائے 84 ڈگری کا گرم پانی لاکردے دیا۔ فوگ نے اسے نکال کرایک فرانسیسی شخص ژاں پاسپرٹو کو ملازم رکھ لیا جو بے وقوف مگر ایماندار اور وفادار آدمی تھا۔ اسی روز فوگ اپنے 'ریفارم کلب' پہنچا تو اس کے دوست تین روز پہلے 29 ستمبر کو بنک آف انگلینڈ میں پڑی ڈکیتی کے بارے میں بات کرنے لگے۔ان کا خیال تھا کہ اتنی بڑی دنیا میں ڈاکو کو ڈھونڈ پانا ممکن نہیں۔مگر فوگ کا کہنا تھا کہ انسان کی رفتار نے دنیا کو مختصر کر دیا ہے اور وہ اسّی روز میں پوری دنیا کا چکّر لگا سکتا ہے۔اس کا دوست اسٹیوارٹ اور دوسرے لوگ اس پر شرط بدنے کو تیار ہو گئے اور فوگ نے 20 ہزار پونڈ کی شرط قبول کر لی۔شرط کے مطابق فوگ کو اسی روز 2 اکتوبر بدھ کو سفر پر روانہ ہونا تھا جس کے بعد 21 دسمبر سنیچر کی رات 8 بج کر 45 منٹ تک واپسی پر وہ شرط جیت سکتا تھا۔فوگ اسی رات اپنے خادم پاسپرٹو کو ساتھ لے کر دنیا کے سفر پر نکل پڑا۔ ادھر لندن میں اس سفر کی دھوم مچ گئی۔ شرط پر عام بحث ہونے لگی۔ کچھ لوگ فوگ کے حامی تھے تو کچھ خلاف۔ خفیہ پولیس کا جاسوس فکس ان کے پیچھے لگ گیا اور پاسپرٹو کو دوست بنا کر فوگ کی جاسوسی کرنے لگا۔ سوئیز نہر سے یہ لوگ عدن اور پھر بمبئی پہنچے۔ وہاں سے کلکتہ جانے والی ٹرین پر سوار ہوئے تو راستے میں ایک عجیب واقعے نے انھیں روک لیا۔ ایک جوان بیوہ عورت کو جو بے ہوش تھی اس کے

بوڑھے شوہر کی موت کے بعد زندہ جلانے یعنی ستی کرنے کے لیے لے جایا جارہا تھا۔ فوگ نے اسے ستی ہونے سے بچانے کا فیصلہ کرلیا۔ لیکن اس میں خطرہ بہت تھا۔ تب پاسپرٹو نے وہ ہمت دکھائی کہ فوگ بھی دنگ رہ گیا۔ پاسپرٹو رات کے اندھیرے میں بوڑھے راجا کی ارتھی میں گھس گیا اور صبح کو جب راجہ کی چتا پر اس کی بیوہ کو لٹا کر آگ لگائی گئی تو پاسپرٹو بے ہوش عورت کو اٹھا کر دھوئیں میں غائب ہوگیا۔ لوگ اسے چمتکار سمجھے اور جب تک ان کی سمجھ میں کچھ آتا وہ پڑھی لکھی بیوہ جس کا نام آؤدا تھا ان کی پہنچ سے باہر ہوچکی تھی۔ کلکتہ پہنچ کر یہ لوگ سمندری جہاز سے آگے بڑھنے کی تیاری کر ہی رہے تھے کہ فکس نے پاسپرٹو کو بمبئی میں مندر کے پجاریوں سے جھگڑنے کے معاملے میں گرفتار کرادیا۔ لیکن فوگ نے عدالت میں پاسپرٹو پر کیے گئے بھاری جرمانے کی رقم ادا کردی اور آگے روانہ ہوگیا۔ رنگون سے تیز رفتار جہاز منگولیا پر سوار ہوئے تو فکس بھی جہاز کے ایک کیبن میں چھپ کر پیچھے لگ گیا۔ مگر پاسپرٹو نے اسے دیکھ لیا اور اسے شبہ ہوگیا کہ ریفارم کلب والوں نے اسے ان کی جاسوسی کے لیے پیچھے لگایا ہے۔ جہاز سنگاپور پہنچا اور پھر ہانگ کانگ کے لیے روانہ ہوا جہاں آؤدا کو اس کے رشتہ داروں کے پاس پہنچانا تھا۔ لیکن راستے میں طوفان کی وجہ سے جہاز ایک دن لیٹ پہنچا۔ ہانگ کانگ میں پتہ چلا کہ آؤدا کا رشتے دار دو سال پہلے ہی شہر چھوڑ کر ہالینڈ جاچکا ہے، اس لیے وہ فوگ کے ساتھ ہی سفر کرنے پر مجبور ہوگئی۔ یہ لوگ ایک جہاز 'کرناٹک' پر سوار ہو کر یوکوہاما، جاپان روانہ ہونے والے تھے جو بندرگاہ میں کسی خرابی کو درست کرانے کے لیے رکا تھا۔ تبھی اچانک جہاز کی روانگی کا اعلان ہوا۔ فوگ اور آؤدا شہر میں تھے اور سمجھ رہے تھے کہ جہاز اگلی صبح جائے گا۔ پاسپرٹو ان کی تلاش میں نکل رہا تھا مگر فکس نے اسے زیادہ شراب پلادی اور وہ بے ہوشی کی وجہ سے وہیں رہ گیا۔ اگلی صبح فوگ واپس آیا تو جہاز جاچکا تھا۔ فوگ نے ایک چھوٹے سے جہاز 'ٹینکاڈری' کے کپتان کو بھاری رقم دے کر جاپان کی بجائے چین کی بندرگاہ شنگھائی پہنچانے کے لیے راضی کرلیا جہاں سے اسے 'امریکہ' کی طرف جانے والا جہاز مل سکتا تھا۔ فلیس فوگ اور آؤدا اسی جہاز پر آگے کے سفر کے لیے سوار ہوگئے۔ اب آگے پڑھیے:

کشتی کا خطرناک سفر

دن کے تین بجے چھوٹا سا جہاز 'ٹینکاڈری' اپنے سفر پر روانہ ہونے کے لئے تیار کھڑا تھا۔ کپتان کے سوا جہاز پر چار ہٹے کٹے ملاح اور تھے۔ ایک تجربہ کار ملاح کی طرح فلیس فوگ ڈیک پر کھڑا ساحل سے کھیلتی ہوئی موجوں کا نظارہ کررہا تھا۔ آؤدا اس کے قریب ہی ایک محفوظ جگہ پر سہمی ہوئی بیٹھی تھی۔ اسی جہاز پر ایک اور مسافر بھی تھا۔ سراغ رساں فکس وہ اپنے کو پاسپرٹو کا دوست ظاہر کرکے یوکوہاما جانے کے لئے جہاز پر سوار ہوگیا تھا۔ فلیس فوگ نے خود اسے جہاز پر سفر کرنے کی اجازت دی تھی۔

تین بج کر دس منٹ پر جہاز کے بادبان کھول دیے گئے اور دھیرے دھیرے سمندر کی موجوں پر بہنے لگا۔ فلیس فوگ اور آؤدا نے آخری مرتبہ گودی پر نظر ڈالی کہ شاید پاسپرٹو کہیں نظر آجائے، لیکن وہ تو رات ہی میں نشہ کی حالت میں گرتے پڑتے 'کرناٹک' جہاز پر سوار ہوچکا تھا۔

'ٹینکاڈری' جیسے چھوٹے سے جہاز میں آٹھ سو میل کا سفر بہت خطرناک تھا کیوں کہ اس موسم میں چین کے سمندر میں اکثر تیز طوفانی ہوائیں چلتی ہیں۔ سفر کے دوسرے دن 8 نومبر کو صبح سویرے طوفان کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ 'ٹینکاڈری' آٹھ نو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چل رہا تھا۔ ابھی جہاز نے مشکل سے سو میل کا فاصلہ ہی طے کیا ہوگا

کہ آسمان پر کالے بادل چھا گئے اور تیز ہوائیں چلنے لگیں۔ کپتان نے بھی اس بات کا اندیشہ ظاہر کیا کہ ضرور طوفان آئے گا۔ فلیس فوگ نے پوچھا ''کس سمت سے آئے گا؟ شمال سے یا جنوب سے؟''

کپتان نے جواب دیا ''جنوب سے۔''

فلیس فوگ نے اطمینان سے کہا ''پھر تو یہ ہمارے لئے اچھا ہی ہوگا اور اس طرح ہم اور بھی جلدی پہنچ جائیں گے۔''

کپتان اور ملاحوں نے طوفان کے مقابلے کی پوری پوری تیاری کرلی۔ سارے بادبان اتار دیے گئے، البتہ ایک چھوٹا سا بادبان کھلا رکھا گیا تاکہ اس کے سہارے جہاز صحیح سمت میں چل سکے۔ کیبن کے سارے دروازے اور کھڑکیاں بند کردی گئیں تاکہ پانی اندر داخل نہ ہوسکے۔

آٹھ بجے پوری تیزی سے طوفان شروع ہوا۔ موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ تیز ہواؤں کے بیچ جہاز ایک تنکے کی مانند موجوں پر تیزی سے بہتا چلا جارہا تھا۔ کئی مرتبہ جہاز سمندر کی تیز موجوں میں ڈوبتا ہوا معلوم ہوا۔ لیکن ہر دفعہ کپتان جان جوکھوں میں ڈال کر بچاتا رہا۔

ادھر فکس سارا وقت اپنی قسمت کو کوستا رہا لیکن فلیس فوگ اور آؤدا کیبن میں اطمینان سے بیٹھے طوفان کا نظارہ کرتے رہے۔

'ٹینکا ڈری' اپنے مقررہ راستے سے پانچ میل دور نکل گیا تھا۔ رات ہوتے ہی نہ صرف ہواؤں کا رخ بدل گیا بلکہ طوفان میں بھی تیزی پیدا ہوگئی۔ جہاز کے دونوں طرف موجیں اس زور سے ٹکرانے لگیں کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی دم میں جہاز ٹوٹ کر پاش پاش ہوجائے گا۔

کپتان بھی پریشان ہوگیا۔ آخر اس نے فلیس فوگ سے کہا ''میں سمجھتا ہوں کہ اب سلامتی اسی میں ہے کہ ہم قریب ہی کسی بندرگاہ پر ٹھہر جائیں۔''

فلیس فوگ بولا ''ہاں میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔''

کپتان نے پوچھا ''کہاں ٹھہریں گے؟''

فلیس فوگ نے کہا ''میرے خیال میں ہم صرف شنگھائی پر ٹھہر سکتے ہیں۔''

اس سے صاف ظاہر تھا کہ فلیس فوگ راستہ میں کہیں ٹھہرنا نہیں چاہتا تھا، کپتان کو فلیس فوگ کی بات کا مطلب سمجھتے دیر نہ لگی۔ اس نے جواب دیا بہت اچھا، ہم شنگھائی پہنچ کر ہی دم لیں گے۔''

رات بڑی بھیانک تھی یہ چھوٹا سا جہاز اس عظیم طوفان کا کس طرح مقابلہ کرتا رہا وہ ایک معجزے سے کم نہ تھا۔ دو مرتبہ سمندر کی اونچی اونچی موجیں جہاز کے اوپر سے ہوکر نکل گئیں صبح ہوتے ہوتے طوفان تھم گیا۔ پھر دن بھر سکون رہا جس کی وجہ سے جہاز کے مسافر اور ملاح چند گھنٹے آرام کرسکے۔

سورج غروب ہوتے ہی طوفان بھی غائب ہوگیا۔ مسافروں اور ملاحوں نے رات آرام سے گزاری۔ دوسرے دن 11 نومبر کو سورج طلوع ہوتے ہی کپتان نے کہا کہ اب شنگھائی سو میل سے زیادہ دور نہیں۔ اگر طوفان نہ آیا ہوتا تو ہم اس وقت شنگھائی سے صرف تیس میل کے فاصلے پر ہوتے۔

فلیس فوگ شام تک شنگھائی پہنچ کر یوکوہاما کا جہاز پکڑنا تھا۔

نیا دن اپنے ساتھ ایک نئی مصیبت لایا۔ جیسے جیسے وہ شنگھائی کی سمت بڑھتے گئے ہوا کی رفتار کم ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ تھوڑی دیر بعد ہوا بالکل ہی رک گئی جس کی وجہ سے بادبان بھی بے کار ہوگئے۔ دوپہر میں ٹینکا ڈری' شنگھائی سے 45 میل دور تھا اور اب یوکوہاما جانے والے جہاز کو پکڑنے میں صرف سات گھنٹے رہ گئے تھے۔ مسافر اور ملاح سب ہی تیز ہواؤں کے لئے دعائیں کرنے لگے تاکہ جہاز کی رفتار تیز ہو اور وہ شام تک شنگھائی پہنچ جائیں۔ شام کے چھ بجے جہاز دس میل دور تھا۔ سات بجے وہ شنگھائی کی بندرگاہ سے صرف تین میل کے فاصلے پر تھا۔ لیکن اس کے باوجود ایسا لگتا تھا کہ وہ وقت پر نہ پہنچ سکیں گے۔

منزل تو صاف نظر آرہی تھی، لیکن منزل تک پہنچنا دشوار تھا۔

کپتان کو بار بار اپنے دو سو پونڈ کے انعام کا خیال ستانے لگا جو اس کے ہاتھ سے نکلا جا رہا تھا۔ اس کی نظریں بار بار فلیس فوگ کی طرف اٹھتی رہیں۔ لیکن وہ اطمینان سے جہاز کے ڈیک پر کھڑا نیلے آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا حالانکہ اس کی ساری پونجی لٹ رہی تھی۔

اسی وقت بہت دور سمندر میں ایک جہاز کی چمنی سے دھواں نکلتا دکھائی دیا۔ یہ وہی امریکی جہاز تھا جو اپنے مقررہ وقت پر شنگھائی سے روانہ ہو رہا تھا اور اسی جہاز سے فلیس فوگ کو یوکوہاما جانا تھا۔

فلیس فوگ نے فوراً کپتان سے کہا ''جہاز کو رکنے کا اشارہ کرو، جھنڈا اتار دو۔'' جھنڈا آدھے مستول تک نیچا کیا گیا جس کا مطلب یہ تھا کہ جہاز خطرے میں ہے۔ پھر کپتان نے ایک چھوٹی سی توپ بھری، جو کہر میں جہازوں کو اشارہ کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہے۔

فوگ نے کپتان سے کہا ''توپ داغ دو'' اور توپ کی آواز سمندر میں گونج گئی۔

یوکوہاما جانے والے جہاز کے کپتان نے جب یہ آواز سنی تو وہ سمجھ گیا کہ آس پاس ہی کوئی جہاز خطرہ میں ہے۔ اس نے دوربین سے دیکھا تو اس کی نظر 'ٹینکاڈری' پر پڑی جس کا جھنڈا نصف مستول پر لہرا رہا تھا۔ اس نے فوراً اپنے جہاز کا رخ 'ٹینکاڈری' کی طرف پھیر دیا اور تھوڑی دیر میں فلیس فوگ کے جہاز تک آ پہنچا۔

فلیس فوگ نے اپنے جہاز کے کپتان کو کرایہ اور انعام کے طور پر 550 پونڈ دیے اور تینوں اس جہاز پر سوار ہو گئے جو ناگاساکی سے ہو کر یوکوہاما جانے والا تھا۔

14 نومبر کی صبح یوکوہاما پہنچتے ہی فلیس فوگ پاسپرٹو کی تلاش میں 'کرناٹک' جہاز پر گیا تو اسے پتہ چلا کہ پاسپرٹو ایک دن پہلے ہی یوکوہاما پہنچ چکا ہے۔ فلیس فوگ شام میں سان فرانسسکو کے لئے روانہ ہونے والا تھا۔ وہ پاسپرٹو کی تلاش میں برطانوی اور فرانسیسی سفارت

گھر گیا لیکن وہاں بھی کچھ پتہ نہ چل سکا۔

آقا سے دوبارہ ملاقات

7 نومبر کو رات میں آٹھ بجے 'کرناٹک' جہاز مقررہ وقت سے بارہ گھنٹے پہلے ہی ہانگ کانگ سے یوکوہاما کے لئے روانہ ہو گیا تھا۔ اس جہاز پر دو کیبن خالی پڑے تھے جس میں دراصل فلیس فوگ اور آؤدا سفر کرنے والے تھے۔ دوسرے دن صبح جہاز کے عملہ نے ایک بے سدھ آدمی کو ڈیک پر منہ کے بل پڑا ہوا دیکھا تو وہ پریشان ہو گئے۔ وہ شخص پاسپرٹو تھا، جو ہر مشکل سے صاف بچ نکلتا تھا۔

ہانگ کانگ میں فکس کے ہوٹل چھوڑنے کے تین چار گھنٹے بعد پاسپرٹو بے ہوشی کے عالم ہی میں کسی طرح جہاز پر سوار ہو گیا تھا۔ وہ گرتا پڑتا جہاز کی سیڑھی تک جا پہنچا اور ''کرناٹک، کرناٹک'' چلانے لگا اور پھر نشہ کی حالت میں جہاز پر سوار تو ہو گیا لیکن ڈیک کے ایک کونے میں گر پڑا اور دوسرے دن صبح تک وہیں پڑا رہا۔ صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو 'کرناٹک' جہاز ہانگ کانگ سے ڈیڑھ سو میل دور جا چکا تھا۔

ڈیک پر ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے پاسپرٹو کا نشہ پوری طرح اتر گیا تو اس نے فلیس فوگ اور آؤدا کی تلاش میں سارے کیبن دیکھ ڈالے۔ جب کہیں پتہ نہ چلا تو دفتر میں جا کر مسافروں کی فہرست دیکھی۔ اس میں فلیس فوگ اور آؤدا کے نام نہ پا کر وہ اچھل پڑا۔ ''میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں، کیا یہ واقعی 'کرناٹک' جہاز ہے۔''

جہاز کے افسر نے کہا ''ہاں۔''

''کیا یہ جہاز یوکوہاما جا رہا ہے۔''

''بے شک۔''

گزرے ہوئے سارے واقعات ایک ایک کر کے پاسپرٹو کی نظروں کے سامنے پھرنے لگے۔ وہ سوچنے لگا، پتہ نہیں فلیس فوگ

کیا سمجھتے ہوں گے؟ وہ اپنے آقا سے یہ بھی نہ کہہ سکا تھا کہ 'کرناٹک' جہاز دوسرے دن صبح کی بجائے اسی روز شام میں روانہ ہونے والا تھا۔ پاسپرٹو نے غصہ میں اپنے بال نوچ لیے۔ اسے رہ رہ کر فکس پر غصہ آرہا تھا کہ اس نے صرف اپنی غرض کی خاطر کتنا بڑا دھوکہ دیا۔ اس نے ہاتھ ملتے ہوئے زیرلب کہا "کاش اب وہ مجھے مل جائیں تو..."

لیکن پاسپرٹو بے بس تھا۔ وہ جہاز پر خوب کھاتا اور بدمست ہو کر سوتا رہا کیوں کہ پیسے تو دیے ہی جا چکے تھے۔ وہ تمام وقت جہاز پر اس طرح کھاتا رہا جیسے اسے جاپان میں ہوا کے سوا کھانے کو کچھ نہ ملے گا۔

12 نومبر کی صبح 'کرناٹک' جہاز یوکوہاما کی بندرگاہ میں داخل ہوا۔ پاس پرٹو سارا دن اپنے آقا کی تلاش میں اس جاپانی شہر کے گلی کوچوں کی خاک چھانتا رہا۔ پھر اس نے سوچا کہ برطانیہ اور فرانس کے سفارت گھر جاکر فوگ اور آوَدا کے بارے میں دریافت کرے، لیکن اسے فوراً خیال آیا کہ یہ کوئی عقل مندی کا کام نہ ہوگا۔ اب پاسپرٹو کی جیب میں ایک پنس بھی نہ تھا۔ وہ نہ صرف بھوکا پیاسا تھا بلکہ تنہا بھی تھا۔ آخر بھوک سے بے چین ہوکر جب اسے اپنی گھڑی بیچنے کا خیال آیا تو اس نے فیصلہ کرلیا کہ وہ بھوکا مرجائے گا لیکن اپنے باپ دادا کی گھڑی ہرگز نہیں بیچے گا۔

دوسرے دن صبح وہ بھوکا پیاسا، تھکا ہارا بازار کی طرف چل پڑا اور اپنے قیمتی نئے کپڑے بیچ کر پرانے جاپانی طرز کے کپڑے خرید لیے۔ اب اس کی جیب میں چند سکے بچ رہے تھے۔ وہ سیدھا ایک ہوٹل میں گیا اور خوب ڈٹ کر کھانا کھایا تب کہیں اس کے ہوش ٹھکانے آئے۔

اس نے سوچا کہ اگر امریکہ جانے والے کسی جہاز پر کوئی چھوٹی سی نوکری مل جائے تو وہ اپنے آقا سے سان فرانسسکو کی بندرگاہ پر مل سکے گا۔ کیوں کہ اسے معلوم تھا کہ فلیس فوگ اسی بندرگاہ سے امریکہ کی سرزمین پر قدم رکھنے والا ہے۔

اب سوال یہ تھا کہ جاپان اور امریکہ کے درمیان 4700 میل تک جو سمندر پھیلا ہوا ہے اس کو کس طرح پار کیا جائے؟

جب پاس پرٹو گودی کی طرف جارہا تھا تو اس کی نظر ایک اشتہار پر پڑی، جسے سرکس کا ایک مسخرا اٹھائے لئے جارہا تھا۔ اشتہار پر لکھا تھا:

عوام کے لئے سنہری موقع

امریکہ روانہ ہونے سے پہلے آج دن کے تین بجے

جاپانی کرتب دکھانے والوں کا آخری کھیل

حیرت انگیز اور دلچسپ کمالات

کبھی پاس پرٹو بھی سرکس میں کرتب دکھایا کرتا تھا۔ وہ اس مسخرے کے پیچھے ہولیا۔ مسخرہ ایک بڑے سے ہال کے پاس جاکر رک گیا۔ جس کی دیواروں پر بڑے بڑے اشتہار لگے ہوئے تھے۔ پاسپرٹو نے منیجر سے مل کر سارا حال بتایا اور نوکری کی خواہش ظاہر کی تاکہ اس طرح کچھ روپیہ کما کر امریکہ جاسکے۔ اتفاق سے اسی دن سرکس کا ایک مسخرہ بیمار ہوگیا تھا۔

منیجر نے سارا ماجرا سن کر کہا "تم تو جاپانی نہیں ہو، پھر یہ جاپانی کپڑے کیوں پہنے ہو؟" پاسپرٹو نے سارا قصہ سنایا اور پھر وہیں کچھ کرتب دکھائے۔ منیجر نے اسی وقت پاس پرٹو کو نہ صرف ملازم رکھ لیا بلکہ اپنے ساتھ امریکہ لے جانے کا وعدہ بھی کیا۔

اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔ پاس پرٹو کی دلی مراد بر آئی تو اس نے خوشی کے مارے وہیں میز پر ایک قلابازی کھالی۔

تین بجے سہ پہر، جاپانی بینڈ کی آواز ہال میں گونجنے لگی۔ پاسپرٹو

دوسرے جاپانی مسخروں کے ساتھ اچھل کود کرتا ہوا ہال میں داخل ہوا اور کمالات دکھانے لگا۔ کبھی وہ سر کے بل کھڑا ہو جاتا تو کبھی ہاتھوں پر چلنے لگتا۔ پھر مسخروں نے ایک کے کندھے پر ایک کھڑے ہو کر ایک مینار سا بنایا۔ ہال تالیوں سے گونج اٹھا لیکن پلک جھپکتے ہی، مسخروں کا یہ اونچا مینار تاش کے گھروندے کی طرح دھڑام سے نیچے آرہا۔ مینار کے نیچے ایک مسخرہ نے اچانک اپنی جگہ چھوڑ دی تھی۔ وہ مسخرہ پاسپرٹو تھا جو ہر مشکل سے صاف بچ نکلتا تھا۔ وہ اپنی جگہ چھوڑ کر ہال کی گیلری کی طرف دوڑتا جاتا تھا اور چلاتا جاتا تھا:

''میرے آقا، میرے مالک...''

''ارے تم یہاں کیسے؟'' گیلری سے فلیس فوگ نے آواز دی۔

''ہاں ہاں، میں ہوں پاسپرٹو'' خوشی کے مارے وہ چیخا:

''بہت خوب، پھر تو فوراً ہمارے ساتھ جہاز پر چلو۔''

فلیس فوگ، آؤدا اور پاسپرٹو فوراً ہال سے باہر نکل گئے۔ منیجر جو غصہ سے لال پیلا ہو رہا تھا، ان کے پیچھے دوڑا تو فلیس فوگ نے اس کے ہاتھ میں چپکے سے چند نوٹ پکڑا دیے۔

ساڑھے چھ بجے، فلیس فوگ آؤدا امریکہ جانے والے جہاز 'جنرل گرانٹ' پر سوار ہو گئے جو انھیں شنگھائی سے یہاں لایا تھا۔ پاسپرٹو بھی ان کے پیچھے سوار ہو گیا وہ ابھی تک مسخرے کا لباس پہنے ہوئے تھا۔

بحرالکاہل کا سفر

'جنرل گرانٹ' بہت مضبوط اور تیز رفتار جہاز تھا۔ یوں تو وہ دُخانی (بھاپ کے انجن سے چلنے والا) جہاز تھا لیکن بادبان سے بھی چلتا تھا۔ وہ بارہ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے پانچ ہزار میل چوڑا بحرالکاہل اکیس دن میں پار کر لیتا تھا۔ فلیس فوگ کو پورا یقین تھا کہ یہ جہاز 2 دسمبر تک سان فرانسسکو پہنچ جائے گا۔ جس کے بعد وہ 11 دسمبر کو نیویارک میں ہوگا اور 20 دسمبر کو لندن میں۔ اس طرح وہ 21 دسمبر کی فیصلہ کن تاریخ سے چند گھنٹے پہلے ہی لندن پہنچ جائے گا۔

یوکوہاما سے سفر بہت آرام دہ رہا۔ بحرالکاہل اپنے نام کی مناسبت سے بالکل ساکت تھا اور فلیس فوگ بھی بہت خاموش اور پُرسکون تھا۔ لیکن آؤدا اس کی بے وجہ خاموشی سے بڑی پریشان تھی اور اس کے خیالات کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ آؤدا فلیس فوگ کے اچھے اوصاف کی وجہ سے نہ صرف اس میں پوری پوری دلچسپی لینے لگی تھی بلکہ دل سے اس کے سفر کی کامیابی چاہتی تھی۔ پاسپرٹو بھی وقتاً فوقتاً آؤدا کے سامنے اپنے آقا کی بڑی تعریفیں کرتا رہا۔

یوکوہاما سے روانہ ہونے کے نو دن بعد فلیس فوگ ٹھیک آدھی دنیا کا سفر پورا کر چکا تھا۔ اس نے آدھی دنیا کے سفر میں 52 دن لگائے اور اب باقی آدھی دنیا کا سفر کرنے کے لئے صرف 28 دن رہ گئے تھے۔ یوں گھنٹے اور دنوں کا حساب لگایا جائے تو وہ دو تہائی دنیا کا سفر کر چکا تھا۔ لندن سے عدن، عدن سے بمبئی، بمبئی سے کلکتہ اور سنگاپور، سنگاپور سے یوکوہاما۔ بالکل سیدھا سفر نہیں تھا۔ اگر سورج کی طرح کوئی سیدھے خط میں 50 عرض بلد کے ساتھ ساتھ سفر کرے جو لندن پر سے ہو کر گزرتا ہے تو لندن کا فاصلہ 12000 میل ہوگا۔ لیکن فلیس فوگ کی طرح ان سب جگہوں سے گزرنے کی وجہ سے یہی فاصلہ 26000 میل ہو جاتا ہے۔ جس میں سے اس وقت تک فلیس فوگ نے 17500 میل کا فاصلہ طے کر لیا تھا۔

یوکوہاما سے آگے کا سفر بالکل سیدھا تھا اور اب تو فکس بھی راستے میں رکاوٹیں ڈالنے کے لئے موجود نہ تھا۔

23 نومبر کو 'جنرل گرانٹ' جہاز نے 180 طویل بلد کو پار کر لیا جو 'خط تاریخ' Date Line کہلاتی ہے اور صفر درجہ گرینچ کے ٹھیک

سامنے ہے۔اسی کو پار کرنے پر دنیا کی تاریخ بدلتی ہے۔

اسی دن یعنی 23 نومبر کو پاسپرٹو یہ دیکھ کر بڑا خوش ہوا کہ اس کی گھڑی صحیح سلامت وقت بتلا رہی تھی۔ وہ دل ہی دل میں فکس کو برا بھلا کہنے لگا۔اور پھر اس نے تھوڑی دیر بعد پورے اعتماد سے کہا''مجھے یقین ہے کہ ایک دن سورج ضروری میری گھڑی کے مطابق چلے گا۔''

پاسپرٹو اس سے بالکل ناواقف تھا کہ اگر اس کی گھڑی کے ڈائل کو اطالوی گھڑیوں کی طرح چوبیس گھنٹوں میں تقسیم کیا جائے تو اس وقت اس کی گھڑی میں نو بجے دن کی بجائے رات کے نو بج رہے ہوتے۔اگر فکس اس وقت جہاز پر ہوتا اور پاسپرٹو کو یہ نازک بات سمجھاتا تو وہ ضرور لڑ پڑتا۔لیکن اس وقت فکس آخر تھا کہاں؟

فکس اس وقت 'جنرل گرانٹ' جہاز پر ہی تھا لیکن اپنے کیبن میں چھپا ہوا۔آخر کار اسے یوکوہاما میں چور کی گرفتاری کا وارنٹ مل گیا تھا۔ یہ وارنٹ بمبئی سے ہانگ کانگ آیا تھا اور پھر ہانگ کانگ سے یوکوہاما حالانکہ وارنٹ اس کے ہاتھ میں تھا لیکن وہ بالکل بے بس تھا۔وہ لیورپول پہنچنے تک فلیس فوگ کو گرفتار نہیں کرسکتا تھا کیوں کہ ابھی فلیس فوگ سلطنت برطانیہ کی حدود میں نہیں تھا۔اسی لیے فکس وارنٹ کی تعمیل نہیں کرواسکتا تھا۔فکس کو بڑی مایوسی ہوئی لیکن اس نے طے کرلیا کہ وہ فلیس فوگ کا انگلستان تک پیچھا کرے گا اور اسے گرفتار کر کے ہی دم لے گا۔

فکس نے فلیس فوگ، آؤدا اور پاسپرٹو کو اسی وقت دیکھ لیا جب کہ وہ 'جنرل گرانٹ' جہاز میں سوار ہورہے تھے۔اسی لیے وہ کیبن میں چھپا رہا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ مسافروں کی کثرت کی وجہ سے پاسپرٹو کی نظروں سے بچا رہے گا۔لیکن اسی دن اتفاق سے اوپری ڈیک پر پاسپرٹو اور فکس کی مڈبھیڑ ہوگئی۔پاسپرٹو نے کچھ کہے بغیر ہی اس پر مکے برسا دیے۔مار کی تاب نہ لاکر فکس ڈیک پر گر پڑا۔کچھ دیر بعد اٹھ کھڑا ہوا اور بسورتے ہوئے کہا''تم نے مجھے بری طرح پیٹا ہے، خیر میں تم سے یہی توقع رکھتا تھا۔لیکن سنو! اب تک تو میں تمہارے آقا کا دشمن تھا لیکن اب میں اس کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔''

''آخر تم مان ہی گئے کہ وہ ایک شریف آدمی ہے۔'' پاسپرٹو بولا۔

''نہیں،'' فکس نے کہا''میں نے فلیس فوگ کو روکے رکھنے کے لئے سارے کھیل کھیلے۔ میں نے پنڈتوں کو بمبئی سے کلکتہ بھیجا، پھر ہانگ کانگ میں تمہیں افیم ملی ہوئی شراب پلائی اور تم کو مالک سے جدا کردیا تا کہ وہ یوکوہاما نہ جاسکے۔''

پاسپرٹو غصہ کو ضبط کئے ہوئے یہ سب خاموشی سے سنتا رہا۔

''میں سمجھتا ہوں کہ اب فلیس فوگ انگلستان جارہا ہے۔''فکس کہنے لگا۔''میں اس کا پیچھا کروں گا اور آخر اس کو گرفتار کر کے ہی رہوں گا۔لیکن اب سفر میں اس کی مدد کروں گا تا کہ وہ جلد سے جلد انگلستان پہنچ جائے۔ تم بھی یہی چاہتے ہو نا، کیوں کہ انگلستان پہنچنے کے بعد ہی تمہیں یہ معلوم ہوسکے گا کہ تم ایک چور کی خدمت کررہے ہو یا سادھو کی۔اب بتاؤ تم میرا ساتھ دو گے یا نہیں؟ اب تم ہم ایک دوسرے کے دوست ہیں۔''

''نہیں! دوست تو نہیں'' پاسپرٹو نے جواب دیا''البتہ ہم ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔''

پھر فکس نے کہا''اب میں اس سفر میں تمہارے آقا کی ہر طرح مدد کرنا چاہتا ہوں۔''

پاسپرٹو نے جواب دیا''بہت اچھا، لیکن کان کھول کر سن لو اگر مجھے ذرا بھی شبہ ہوا کہ تم کوئی چال چل رہے ہو تو پھر تمہاری خیر نہیں۔''

گیارہ دن بعد 2 دسمبر کو 'جنرل گرانٹ' جہاز گولڈن گیٹ کی خلیج سے ہوتا ہوا سان فرانسسکو پہنچ گیا۔فلیس فوگ اب تک برابر پروگرام کے مطابق سفر کررہا تھا۔نہ ایک دن آگے نہ ایک دن پیچھے۔جاری □

شبنم پروین

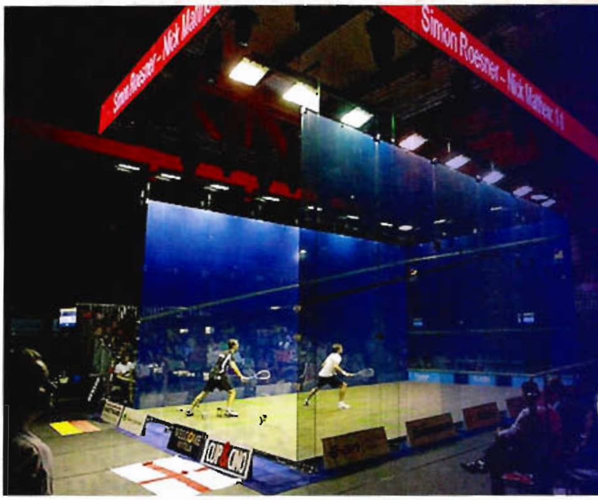

پڑھیے ایک ایسے کھیل کا احوال جو میدان یا ہوا میں نہیں دیوار پر کھیلا جاتا ہے اور جس میں اب ہم بھی آگے آ رہے ہیں

اسکواش

اسکواش، دنیا کے مقبول کھیلوں میں سے ایک ہے جو کم از کم 188 ملکوں میں کھیلا جاتا ہے۔ پہلے اسے اسکواش ریکٹیس Squash Racquets کہا جاتا تھا۔ مگر اب یہ صرف اسکواش کے نام سے مشہور ہے۔ اسے چار دیواروں سے گھرے کورٹ میں کھیلتے ہیں لیکن یہ کیرم یا شطرنج جیسا اِن ڈور کھیل نہیں ہے۔ یہ ریکیٹ (جالی دار بلے) اور ربر کی کھوکھلی نرم اور چھوٹی سی گیند سے کھیلا جانے والا انفرادی کھیل ہے۔ یعنی اس میں ٹیم نہیں کھیلتی بلکہ صرف ایک کھلاڑی دوسرے کھلاڑی کے مقابلے میں کھیلتا ہے یا پھر ٹینس کی طرح دو دو کھلاڑیوں کے ڈبلز مقابلے بھی ہوتے ہیں۔ انٹرنیشنل اولمپک کمیٹی اسے تسلیم کرتی ہے لیکن اولمپک کھیلوں میں ابھی اسے جگہ نہیں ملی ہے اور یہ فیصلہ نہیں ہو پایا ہے کہ آئندہ برسوں کے اولمپک پروگرام میں اسے شامل رکھا جائے یا نہیں۔

اسکواش، جالی اور بلے کا بہت ہی تیز رفتار کھیل ہے۔ یہ دراصل بلے، دستانوں اور گیند کی مدد سے کھیلے جانے والے کم از کم پانچ کھیلوں کو ملا کر بنایا گیا ہے اور غالباً اسی لیے اسے اسکواش یا ایک قسم کا مشروب کہا جاتا ہے۔ بارہویں صدی کے شروع میں فرانس سے یہ کھیل شروع ہوا تھا اور پھر انگلینڈ اور دوسرے یوروپی ملکوں میں الگ الگ تبدیلیوں کے ساتھ یہ موجودہ اسکواش کی شکل میں پہنچا۔ بیسویں صدی میں اس کی مقبولیت بڑھی اور پھر رفتہ رفتہ یہ پوری دنیا میں پھیل گیا۔ سب سے پہلا اسکواش کورٹ شمالی امریکہ کے نیو ہمپ شائر میں سینٹ پال اسکول کے احاطے میں 1884 میں بنایا گیا۔ 1904 میں فلاڈیلفیا، پین سلوانیا، میں دنیا کی پہلی قومی اسکواش تنظیم بنی جس کا نام یونائٹیڈ اسٹیٹس اسکواش ریکیٹس ایسوسی ایشن تھا۔ آج اسے صرف یو ایس اسکواش کہتے ہیں۔ اس وقت دنیا کے 188 ملکوں میں تقریباً پچاس ہزار اسکواش کورٹ موجود ہیں۔

سوربھ گھوشال ▲

▲ دیپکا پلیکل

اسکواش کورٹ چار دیواروں سے گھرا ہوتا ہے جس میں ریکیٹ سے گیند کو سامنے والی دیوار پر اس طرح مارا جاتا ہے کہ وہ نہ تو سامنے کی دیوار پر کھینچی گئی آوٹ لائن

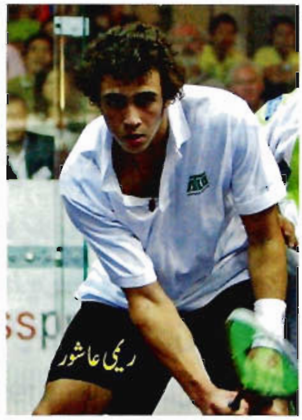
ریمی عاشور

سے باہر ہٹ کرے اور نہ ہی باؤنس ہونے کے بعد دائیں بائیں دیواروں پر بنی پیلی آؤٹ کے باہر جائے۔ باہر جانے والا ہر شاٹ آؤٹ مانا جاتا ہے۔ ٹینس کی طرح اس میں بھی سروس ہوتی۔ اس میں فرش پر سروس باکس بنائے جاتے ہیں مگر سروس لائنس دیواروں پر ہوتی ہے۔ دراصل یہ دیوار ہی اسکواش کا کھیل کا میدان ہے۔ اس طرح یہ دنیا کا ایک عجیب کھیل ہے جس کا میدان فرش نہیں بلکہ دیوار کی صورت میں ہوتا ہے۔ سروس کے لئے کھلاڑی کا کوئی ایک پاؤں سروس باسک کے اندر اس طرح چھونا چاہئے کہ وہ باکس کی کسی لائن سے ٹچ نہ ہورہا ہو۔ اگر گیند کو بلے سے دیوار کی طرف اچھالنے کے وقت کھلاڑی کا پاؤں سروس باکس کی اندر نہیں ہوگا تو سروس لیگل نہیں ہوگی۔ گیند بلے سے ہٹ ہونے کے بعد سامنے والی دیوار پر سروس بلے سے ہٹ ہونے کے بعد سامنے والی دیوار پر سروس لائن سے اوپر ٹکرانی چاہئے۔ سروس کرنے والا پوائنٹ جیت لیتا ہے تو دونوں کھلاڑی اپنی جگہ بدل لیتے ہیں۔

نکول ڈیوڈ

عالمی سطح پر یہ کھیل ورلڈ اسکواش فیڈریشن کے ماتحت کھیلا جاتا ہے۔ اوپر ہم نے جو بار بار 188 ملکوں کا ذکر کیا ہے تو دراصل یہ ملک وہ ہیں جہاں ایک یا ایک سے

انل نائر

جوشنا چناپا

زیادہ اسکواش کورٹ موجود ہیں۔ انگلینڈ ان میں سب سے آگے ہے جہاں 8500اسکواش کورٹ ہیں۔ خواتین بھی اسکواش کھیلتی ہیں اوران کی علاحدہ اسکواش تنظیم ہے۔ مرد پروفیشنل کھلاڑیوں کی درجہ بندی اور ٹور پروفیشنل اسکواش ایسوسی ایشن PSA کراتی ہیں۔ خواتین کے لئے یہ کام ویمنس انٹرنیشنل اسکواش پلیئرز ایسوسی ایشن WISP کرتی ہے۔

ایشیا کو اسکواش میں خاص درجہ حاصل ہے اور عالمی درجے کے بہت سے کھلاڑی اسی براعظم سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر پاکستان کے جان شیر خان ہیں جو عرصے تک ورلڈ رینکنگ یا عالمی درجہ بندی میں ٹاپ پر رہے۔ ملیشیا کے محمد ازان اسکندر PSA کے دس بڑے کھلاڑیوں، ورلڈ ٹاپ ٹین، میں شامل ہیں۔ یہاں تک کہ بنگلہ دیش جیسے غریب ملک کے بھی دونو جوان کھلاڑی شوموکامی تمیم اور چہارتر ربھوقا ہرہ میں ہونے والی 2012 ورلڈ جونیئر چیمپئن شپ کے لیے منتخب ہوئے تھے۔ سوپون پرویز، ایک عالمی مقابلہ جیت چکے ہیں۔

جہاں تک عالمی درجہ بندی کا تعلق ہے تو دسمبر 2013 کی PSA رینکنگ کے مطابق مصر کے ریمی عاشور ٹاپ پر ہیں۔ خواتین میں نومبر 2013 کی ورلڈ رینکنگ کے مطابق ملیشیا کی

مہندرا گروال

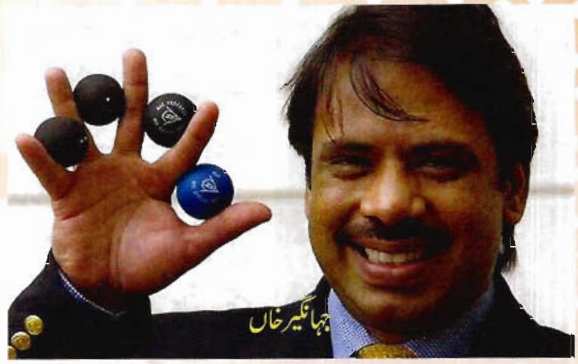
جہانگیر خاں

نکول ڈیوڈ نمبرون ہیں۔ 2010 میں بھی مصر کے ریمی عاشور ٹاپ پر تھے۔ ان سے پہلے مصر کے ہی کریم درویش، امر شبانہ اور محمد الشوربیگی اسی پوزیشن پر رہ چکے ہیں۔ یہاں ایک خوشی کی بات یہ ہے کہ ہمارے سوربھ گھوشال مرد کھلاڑیوں کی عالمی درجہ بندی میں 17ویں نمبر پر رہنے کے بعد 15ویں نمبر پر آچکے ہیں۔ خواتین کی نومبر 2013 کی ورلڈ رینکنگ میں ہندوستان کی ہی دیپیکا پلیکل 12ویں نمبر پر ہیں۔ اس کے برعکس پاکستان جو پندرہ بیس سال پہلے تک اسکواش کی ایک عالمی طاقت بن گیا تھا آج ورلڈ رینکنگ میں 50 سے بھی بہت نیچے لڑھک چکا ہے۔ پاکستان کے جہانگیر خان 10 مرتبہ اور جان شیر خان 8 مرتبہ ورلڈ اوپن اسکواش جیتنے کا عالمی ریکارڈ بنا چکے ہیں۔ پاکستان کے ہی ہاشم خان نے 7 مرتبہ برٹش اوپن اور ان کے فرزند شریف خان نے 12 مرتبہ نارتھ امریکن اوپن ٹائٹل جیتنے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔ ہاشم خان کا خاندان دنیا کا ایک عجوبہ اسکواش خاندان ہے جس میں ان کے بھائی اعظم خان بھتیجے محبت اللہ اور گل خان، بیٹے شریف خان، گل مست خان، عزیز خان، لیاقت علی اور سلیم خان سب اپنے طور پر اسکواش کے چمپئن اور ایتھلیٹ رہ چکے ہیں۔

یہ ایک عجیب بات ہے کہ ہندوستان میں یہ کھیل کچھ خاص ترقی نہیں کرسکا۔ اگرچہ قومی سطح پر اس کے مقابلے آزادی کے بعد سے ہی ہوتے رہے ہیں۔ مگر ان میں شوقیہ amature کھلاڑیوں نے ہی حصہ لیا ہے۔ پروفیشنل اسکواش کی شروعات کا سہرا مہندر اگروال کے سر جاتا ہے۔ انھوں نے 1993 میں انڈین اسکواش پروفیشنل ISP کی بنیاد ڈالی جو منافع کے بغیر کام کرنے اور اسکواش کو فروغ دینے والی تنظیم ہے۔ جنوری 1993 میں ISP نے پہلا پروفیشنل اسکواش ٹورنامنٹ کرایا جو آزاد ہندوستان کا پہلا پروفیشنل اسکواش مقابلہ تھا۔ یہ تنظیم مصر، کناڈا اور پاکستان کے کھلاڑیوں اور کوچوں کی خدمات ہندوستانی کھلاڑیوں کی کوچنگ کے لئے حاصل کررہی ہے۔ پاکستانی لیجینڈ جہانگیر خان کے کوچ رحمت خان نے 1997 میں ہندوستان میں پہلا اسکواش کوچنگ کیمپ لگایا تھا۔ ان کے بعد کناڈا کے عبدالشیخ، مصر کے سمیع فراغ ہنی عزت، طارق سلیمان، احمد یوسف اور پاکستان کے خالد اطلس خان یہاں کیمپ لگا چکے ہیں۔ ISP نے جوشنا چناپا کی بھی مدد کی ہے جو 2003 میں برٹش جونیئر اوپن جیتنے والی پہلی ہندوستانی لڑکی تھیں۔ 2005 کی 19 سال سے کم عمر والی لڑکیوں کے عالمی مقابلے میں وہ دوسرے نمبر پر رہیں۔

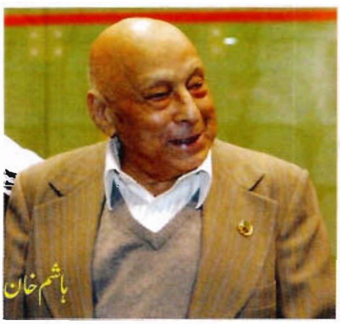
ہاشم خان

خواتین کے قومی اسکواش مقابلے ہمارے یہاں پہلے سے ہوتے رہتے ہیں۔ بھنور بیسا بھونیشوری کماری عرف پرنس کینڈی نے 1977 سے 1992 تک لگاتار سولہ سال قومی چمپئن شپ جیتی اور بعد میں انھیں پدم شری کے علاوہ ارجن ایوارڈ بھی دیا گیا۔

مرد کھلاڑیوں میں میجر راج منچند عرف 'اولڈ فوکس' انل نائر، مہروان دارو والا، ارجن سنگھ، فالی مدون، آر کے نرپت سنگھ، شیام لال ورما، اور اے ایم فرانسس قابل ذکر ہیں جنھوں نے اپنے کھیل سے اسکواش کو فروغ دیا ہے۔

ہمارے یہاں اسکواش تقریباً ساٹھ سال سے کھیلا جارہا ہے اس کے باوجود ابھی یہ کسی کم سن بچے کی طرح ہے جو اپنی تیز رفتار کے برعکس بہت ہی دھیمی رفتار سے بڑا ہورہا ہے۔ لیکن حال ہی میں اس نے کچھ رفتار ضرور پکڑی ہے۔ □

◆ شبنم پروین C280 شاہین باغ، نئی دہلی 110025

■ ادارہ

یہ مزے مزے کی حکائتیں...

♦ امتحان سے پہلے ایک شخص نے اپنے بیٹے سے کہا: ''بیٹا ایک بات کان کھول کر سن لو۔ اگر اب کی بار فیل ہوئے تو مجھے اپنا باپ نہ کہنا!''

امتحان کے بعد اس نے بیٹے سے پوچھا: ''ہاں بیٹے، رزلٹ کیسا رہا؟''

بیٹا شرمندگی سے بولا: ''چھوڑو نسیم بھائی۔ بتانے لائق کوئی بات نہیں ہے۔ کچھ اور بات کرتے ہیں!''

نامعلوم۔ پلیز، اپنا نام اور شہر ضرور لکھا کریں!

♦ اس انداز سے جیو کہ لوگ دیکھ کر کہیں:

دیکھو زندگی کتنی خوب صورت ہے!

(طاہر) ساحر، مالیگاؤں، مہاراشٹر

یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ طاہر بریکٹ میں کیوں ہے اور ساحر باہر کس لیے؟ ان ہی کا ایک اور ایس ایم ایس اپنے شہر کی محبت میں یہ ہے:

مالیگاؤں میرا وطن ہے

سب قاری میرے بھائی اور بہن ہیں

میں اپنے لوم loom پر فخر کرتا ہوں

جئے ہے جئے ہے جئے ہے

جئے جئے جئے، جئے ہے

جئے مالیگاؤں!

♦ دھماکہ آفر:

مجھے ایس ایم ایس پر ایس ایم ایس کرو اور جیتو

دس لاکھ کی کار... کا فوٹو

29 انچ کلر ٹی وی... کا باکس

میرے ساتھ ڈنر کرنے کا موقع

وہ بھی آپ کے گھر!

انصاری ادیب، اورنگ آباد مہاراشٹر

♦ (شتروگھن سنہا سے معذرت کے ساتھ)

جلی کو آگ کہتے ہیں بجھی کو راکھ کہتے ہیں

جس چیز کی آپ میں کمی ہے اسے دماغ کہتے ہیں

شفا علی، ممبئی، مہاراشٹر

♦ دو پاگل ناؤ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک نے کہا، ابے دیکھ۔ ناؤ میں چھید ہے۔ ندی کا پانی اندر آرہا ہے۔ دوسرے نے کہا، ابے ایک اور چھید کردے، پانی باہر چلا جائے گا!

نامعلوم۔ پلیز آپ بھی نام پتہ لکھنے کی عادت ڈالیں۔

♦ اب آپ اپنے موبائل فون پر دیکھ سکتے ہیں اسٹار ون اور اسٹار پلس، بالکل فری۔ لیجیے دیکھیے:

*1... اور ... *+

مسرت جہاں، PO انڈال، ضلع بردوان، ویسٹ بنگال

ان ہی کا ایک اور ایس ایم ایس ہے:

کبھی کوئی ایسا کام نہ کرنا جسے چھپانے کی خواہش دل میں پیدا ہو۔ کیونکہ ایسا تبھی ہوتا ہے جب آپ کوئی غلط کام کرتے ہیں۔

♦ میں نے اپنی لائف میں بہت دھوکے کھائے ہیں۔ مثلاً سیب، آم، چیکو، انگور، آلو وغیرہ۔ سب پانی سے دھوکر ہی کھائے ہیں۔ آپ بھی دھوکے کھایا کریں!

نامعلوم۔ اوفوہ! آپ سبھی نامعلوم ایک ہی شہر کے تو نہیں!

♦ گڈ مارننگ۔ اب آپ سوچیں گے اس وقت گڈ مارننگ کیوں؟

سیدھی بات ہے۔ فون میرا۔ میسج میرا۔ پیسہ میرا۔ جو دل میں آئے وہ بھیجوں۔ یہ لو، 'ہولی مبارک'۔ کیا کرلو گے میرا!؟

سمیّہ انجم، ناگپور۔

♦ ٹیچر: ہوم ورک کیوں نہیں کیا؟
اسٹوڈنٹ: بجلی نہیں تھی
ٹیچر: موم بتّی جلا لیتے
اسٹوڈنٹ: ماچس نہیں تھی
ٹیچر: ماچس کیوں نہیں تھی؟
اسٹوڈنٹ: پوجا گھر میں رکھی تھی
ٹیچر: وہاں سے لے آتے
اسٹوڈنٹ: نہایا نہیں تھا
ٹیچر: نہائے کیوں نہیں تھے؟
اسٹوڈنٹ: پانی نہیں تھا
ٹیچر: پانی کیوں نہیں تھا؟
اسٹوڈنٹ: پانی کا موٹر نہیں چل رہا تھا
ٹیچر: موٹر کیوں نہیں چل رہا تھا
اسٹوڈنٹ: ابھی تو بتایا، بجلی نہیں تھی!

سعداللہ احسن، نئی دہلی

♦ سنتا: یار جب میں نے تمھیں خط لکھا تھا کہ میری شادی پر ضرور آنا تو تم آئے کیوں نہیں۔
بنتا: اوہ یار! پر مجھے تو کوئی خط ملا ہی نہیں۔
سنتا: تو کیا ہوا۔ میں نے لکھا تو تھا کہ خط ملے یا نہ ملے شادی پر ضرور آنا۔

عون الرحمٰن خاں، انعام الرحمٰن خاں، مالیگاؤں ضلع ناسک مہاراشٹر۔

♦ پپّو بنک میں جا کر سو گیا۔ بعد میں کسی نے اسے جگا کر پوچھا، بھئی یہاں کیوں سو رہے ہو؟
پپّو نے کہا "میں نے ایک اخبار میں پڑھا تھا کہ اس بنک میں سونے پر لون ملتا ہے۔"

رخسانہ پروین، سرائے میر اعظم گڈھ۔

♦ توہینِ اعظم
بس اسٹاپ پر بیس لوگ بس کا انتظار کر رہے تھے۔ ایک بھکاری آیا۔
سب سے ایک ایک روپیہ بھیک میں لیا۔
اور آٹو میں بیٹھ کر چلا گیا۔

نامعلوم۔ پلیز، اب اور نہیں

♦ ایک تجربہ کرتے ہیں
اپنے سر پر ہاتھ پھیرو
ایک بار پھر پھیرو
چلو اب آخری بار پھر سر پر ہاتھ پھیرو۔
پھیر لیا؟
اب تو یقین آ گیا کہ گدھے کے سر پر سینگ نہیں ہوتے؟

شیخ اقبال، اورنگ آباد، مہاراشٹر

ان ہی کا ایک اور میسج ہے:
میں نے مولوی صاحب سے پوچھا، موبائل کی زکوٰۃ کیا ہے؟ مسکرا کر بولے، کچھ نہیں۔ بس کچھ فقیروں کو ایس ایم ایس کر دو۔ مگر تم مت کرنا۔ غریبوں کو معاف ہے! □

ننھے فنکار

ابرار اعظمی نے 155 سابرمتی ہاسٹل جے این یو نئی دہلی سے ایک مضمون نما کہانی، یایوں کہہ لیجیے کہ ایک کہانی نما مضمون لکھ بھیجا ہے جو خاصا نصیحت آمیز ہے۔اس کا عنوان انھوں نے 'بلو کا وعدہ' رکھا ہے لیکن ہمارے خیال سے یہ 'کاغذ کی چیخ' یا صرف 'کررر...ررر' بھی ہو سکتا تھا۔مگر چلیے نام میں کیا رکھا ہے۔قصہ یوں ہے:

بلو بہت ہی شریر بچہ تھا۔والدین اور اساتذہ اس کی شرارتوں سے پریشان رہتے تھے۔حالانکہ وہ ایک ذہین طالب علم تھا لیکن اایک بہت ہی بری عادت اس میں یہ تھی کہ وہ کاپی اور کتاب کے ورق پھاڑتا اور ان کی کشتیاں یا جہاز بنا کر ہوا میں اڑاتا اور پانی میں بہاتا تھا۔اس طرح سے وہ بڑی مقدار میں اپنی جماعت میں اور اپنے گھر میں کوڑا جمع کر دیتا تھا۔بلو کی ماں نے اس کو ہر طرح سے سمجھانے کی کوشش کی کہ بیٹا یہ سراسر نقصان ہے۔ورقے پھاڑنے سے کاپی اور کتاب خراب ہو جاتی ہے اور ایک نئ کاپی یا کتاب کو خریدنے میں مزید پیسہ خرچ ہوتا ہے۔لیکن بلو دھیان نہیں دیتا کہ اس کی ماں کیا کہہ رہی ہے۔

ایک دن کا واقعہ ہے۔بلو کھیل کے میدان میں کھیل رہا تھا کہ اچانک ایک بچہ سے ٹکرا کر گر گیا اور اس کا گھٹنا زخمی ہو گیا۔وہ زور زور سے رونے اور چلانے لگا۔اس کے رونے کی آواز سن کر اس کے اردگرد بچوں کی ایک بھیڑ جمع ہو گئی۔بھیڑ دیکھ کر اس کے ٹیچر بھی اس کے پاس آ گئے اور اس سے رونے کا سبب پوچھا۔بلو نے اپنا زخمی گھٹنا دکھایا اور اس بچے کے خلاف شکایت کی جس سے وہ ٹکرایا تھا۔

ٹیچر نے کہا تم زخمی ہو۔لیکن چلاّ کیوں رہے ہو؟ بلو نے روتے ہوئے کہا، درد سے۔ٹیچر نے ہنستے ہوئے کہا۔کہاں ہے درد؟ مجھے تو درد کہیں دکھائی نہیں دے رہا ہے۔

بلو اب بھی زور زور سے چلاّ رہا تھا۔تب اس کے ٹیچر نے کہا۔بلو! جب تم ورق پھاڑتے ہو تو کیا تم اپنی کاپی اور کتاب کے درد کے بارے میں نہیں سوچتے۔بلو بولا۔میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ٹیچر نے سمجھایا جب تم ورقوں کو پھاڑتے ہو، تو ضرور ایک خاص قسم کی آواز سنتے ہو کر.....ر.....ر۔

بلو نے کہا کہ ہاں سنتا ہوں۔ٹیچر نے کہا، بس تو یہ دراصل ورق چلاّتے ہیں بالکل تمہاری طرح، جب تم ان کو پھاڑتے ہو۔بس فرق صرف یہ ہے کہ تم ان کے درد کو سمجھتے نہیں ہو۔بلو نے کہا، لیکن انہوں نے کبھی بھی مجھ سے شکایت نہیں کی۔ٹیچر نے بتایا کہ وہ شکایت نہیں کر سکتے کیونکہ وہ بولتے نہیں۔لیکن جو چیز جاننے کی ہے وہ یہ ہے کہ کاغذ لکڑی سے بنتا ہے اور لکڑی قیمتی درختوں کو کاٹ کر حاصل کی جاتی ہے۔اس لیے ہمیں چاہیے کہ کاغذ برباد نہ کریں اور نہ ہی چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں پھاڑیں۔

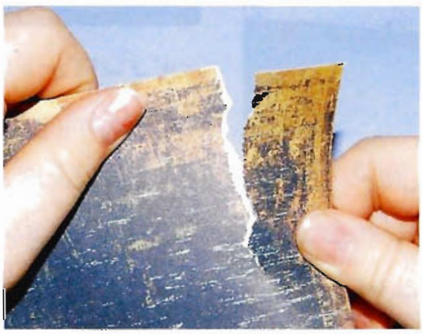

کیوں؟ بلو نے پوچھا۔ٹیچر نے سمجھایا: کاغذ کو دوبارہ قابل استعمال بنایا جا سکتا ہے۔اگر اس کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں پھاڑا نہ گیا ہو۔جب کاغذ کو دوبارہ استعمال کیا جائے گا تو مزید درختوں کی ضرورت کم ہو جائے گی۔اس طرح سے ہم درختوں کو بچا سکتے ہیں۔

بلو حیران تھا، وہ اس حقیقت سے واقف نہیں تھا۔لیکن وہ درختوں کی اہمیت سے بخوبی واقف تھا کیونکہ حال ہی میں اس نے اسکول میں یوم ماحولیات منایا تھا۔بلو نے استاد سے وعدہ کیا کہ سر، آج سے میں اپنی کاپی کے ورق نہیں پھاڑوں گا۔

اب اس میں ہم صرف اتنا اضافہ اور کریں گے کہ کفایت سے کام لیتے ہوئے آپ کاغذ کو دونوں طرف سے استعمال میں لانے کی عادت ڈال لیں تو اس سے بھی آپ کئی درختوں کو قتل سے بچا سکتے ہیں۔□

ادارہ

دنیا ایک عجائب خانہ

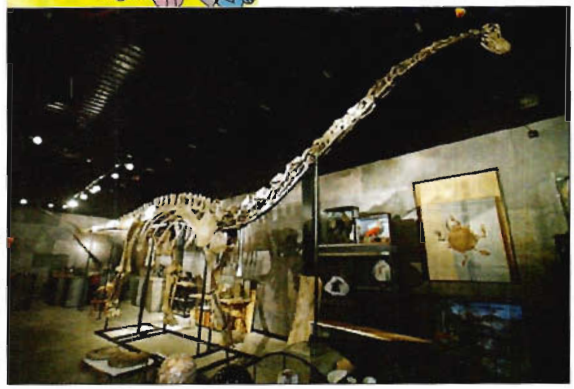

برطانیہ میں 16 کروڑ سال پرانے ڈائنا سور کا ڈھانچہ نیلام کردیا گیا ہے جو امریکہ کی ریاست وائمنگ Woyming میں 2009 میں کھدائی کے دوران ملا تھا۔ ڈھانچہ 6 لاکھ ڈالر میں نیلام ہوا۔ خاص بات یہ ہے کہ ڈائنا سور کا یہ ڈھانچہ ان تھوڑے سے ڈھانچوں میں شامل ہے جو مکمل ہیں۔ اس کی لمبائی 55 فٹ ہے اور یہ جلد ہی نمائش کے لیے پیش کیا جائے گا۔

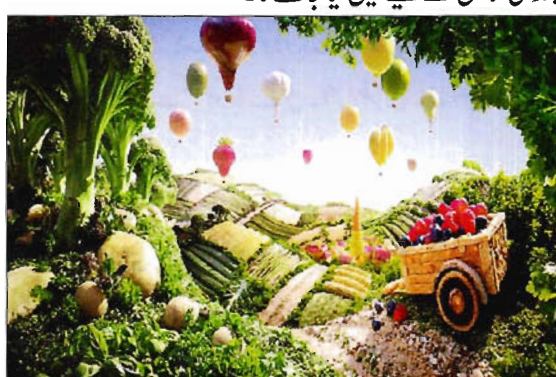

جی نہیں۔ یہ کسی حسین وادی کی تصویر یا پینٹنگ نہیں، بلکہ 'سبزی منڈی' ہے۔ غور سے دیکھیے۔ اس میں آپ کو آلو گوبھی پیاز میتھی پودینہ کدو، لہسن اور بہت کچھ دکھائی دے گا۔ یہ آرٹسٹک سبزی منڈی برطانیہ کے ایک آرٹسٹ کارل وارنر نے کئی مہینوں کی محنت سے تیار کی ہیے۔ اور یہ کوئی پورٹریٹ بھی نہیں ہے۔ وارنر سبزیوں، پھلوں، ٹافیوں، انڈے کے خول بسکٹ، چاکلیٹ وغیرہ کو تراش خراش کر کے یہ منظر تیار کیا ہے۔ ایسی ہی بہت سی چیزوں سے طرح طرح کے منظر تیار کرنے میں کارل وارنر بڑی مہارت رکھتے ہیں۔ ممکن ہوا تو اگلے شمارے میں ہم اس لاجواب فنکار کی تصویروں پر ایک فیچر آپ کے لیے لائیں گے۔

امریکی شہر لاس اینجلز میں ایک نوجوان نے اپنی شادی کا پیغام دینے کے لیے انوکھا طریقہ اپنایا۔ اگر سوشل میڈیا میں پھیلی ہوئی باتوں پر یقین کیا جائے تو ایک صبح امریکی شہری آسمان پر ایک شادی کا پیغام لکھا دیکھ کر حیران رہ گئے۔ یہ پیغام لڑکے نے غالباً لیزر پراجیکٹر سے آسمان کی طرف بیم beam کیا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد پیغام میں یہ لکھا ہوا دیکھا گیا کہ لڑکی 'میکو' نے شادی کی درخواست قبول کرلی ہے۔ بس پھر کیا تھا، سوشل میڈیا پر مبارک باد کے پیغامات کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

فن لینڈ کے ایک فنکار مسٹر جین نے ایل ای ڈی LED

(لائٹ ایمٹنگ ڈایوڈ Light-emitting diode) کی مدد سے موٹر گاڑیوں پر ڈیزائنگ اور تصویر کشی کا اپنا ہی انداز نکالا ہے۔ ان لائٹس کی مدد سے وہ پرانی بے کار کھڑی کاروں پر ایسے منظر دکھا دیتے ہیں کبھی کسی فلم کے ڈراؤنے منظر کا گمان ہوتا ہے۔ کبھی لگتا ہے کوئی بھوت گاڑی کو سر پر اٹھائے کھڑا ہے۔ اور کبھی کوئی پرندہ گاڑی کو آسمان میں اڑا کر لے جاتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

روس کی راجدھانی ماسکو کے سرخ چوک Red Square پر جسے ایک تاریخی حیثیت حاصل ہے، عالمی فیشن ہاؤس نے حال ہی میں ایک 30 فٹ لمبا اور 10 فٹ چوڑا سوٹ کیس کی شکل کا پویلین کھڑا کر دیا جس میں مشہور شخصیتوں کے استعمال میں آنے والی چیزیں نمائش کے لیے رکھی جانے والی تھیں۔ مثلاً ان کے جوتے کپڑے ہیٹ اور گھڑیاں وغیرہ۔ لیکن لوگوں کو یہ سوٹ کیس نما عمارت زیادہ پسند نہیں آئی۔ ان کا کہنا تھا کہ اس سے لال چوک کے تاریخی حسن پر برا اثر پڑ رہا ہے۔

دنیا میں شائد ہی کوئی شخص ایسا ہوگا جو خوشی خوشی جوتے کھانا پسند کرے، پھر چاہے وہ جوتے کتنے ہی خوب صورت کیوں نہ ہوں۔ تکلیف اور توہین کے اس عمل سے گزرنا کسی بھی شریف آدمی کے لیے آسان نہیں۔ لیکن امریکی ریاست کیلی فورنیا مین ایسے جوتے فروخت ہو رہے ہیں جنھیں دیکھتے ہی کھانے کے لیے آپ کا دل مچل اٹھے گا۔ وجہ؟ یہ جوتے کیک بنانے میں کام آنے والی چیزوں سے تیار کئے گئے ہیں۔ انھیں بنانے والی خاتون ڈیبی کا دعویٰ ہے کہ ان جوتوں کو دیکھ کر کسی کے بھی منہ میں پانی آجائے گا۔ لیکن ٹھہریے۔ جوتے کی قیمت ہے 350 ڈالر۔ تقریباً 21 ہزار روپے۔ اب کیا خیال ہے؟

بچّے کیا نہیں کر سکتے! لیکن ایک سال کا بچّہ؟ تھوڑا سا بولنا بھی سیکھ جائے تو بڑی بات ہے۔ لیکن روم کے اس ایک سالہ ننھے فنکار سے ملیے، جسے آپ ڈرم سیٹ کے سامنے بٹھا دیجیے تو وہ فوراً ڈرم اسٹیکس تھام کر بغیر کسی ہچکچاہٹ کے ڈرم بجانا شروع کر دے گا۔

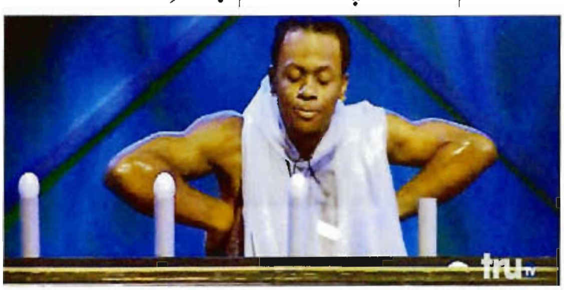

دنیا عجیب لوگوں سے بھری پڑی ہے۔ انھیں ہی دیکھ لیجیے۔ یہ ایک امریکی ٹی وی شو کے بریک ڈانسر ہیں اور کندھوں کو موڑ بڑی تیزی سے صرف کہنی سے انڈا توڑ دیتے ہیں۔ ایک منٹ میں چالیس انڈے توڑنے کے بعد چاہتے ہیں کہ گنیز ورلڈ ریکارڈ بک میں نام درج کرالیں! اب انھیں کون سمجھائے کہ جناب چمچہ کہیں زیادہ انڈے توڑ دیتا ہے۔ □

■ ادارہ

اردو Facebook

قومی اردو کونسل کے ماہنامہ 'اردو دنیا' میں بچوں کا گوشہ پڑھتا رہا ہوں۔ درمیان میں یہ بچوں کا گوشہ آنا بند ہو گیا تھا۔ مجھے کچھ اچھا نہیں لگا۔لیکن اب جو ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' دیکھا تو میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ بہار، دہلی، مالیگاؤں وغیرہ سے بچوں کے کئی رسالے نکلتے ہیں۔لیکن جس طرح آپ نے مجھے میرے بچپن سے جوڑ دیا ہے یہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ 'بچوں کی دنیا' دھنک رنگ تتلیوں کی طرح ذہن کے نہاں خانے کو رنگین بنائے ہوئے ہے۔ 'آپس کی باتیں' میں ایک ماہر نفسیات کی طرح بچوں کے ذہن، دل اور دماغ میں اتر گئے ہیں۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ آپ جانتے ہیں، بچے کیا سوچتے ہیں، کیا چاہتے ہیں، اور آپ کو کیا کچھ دینا ہے۔

سید شرف احسن، جیسس میری اسکول، کلاس IV ای E رول نمبر

میرا نام رمشاد ہے۔ نویں جماعت میں اردو پڑھتا ہوں۔ ہمارے اسکول میں 'بچوں کی دنیا' آتا ہے۔ یہ تصویر دیکھ رہے ہیں نا، مجھے آزادی کے دن 'اردو کوئز' میں اوّل آنے پر 'بچوں کی دنیا' کا پہلا شمارہ انعام میں ملا تھا۔ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ ہمارے استاد صاحب نے کہا، یہ رسالہ سارے ہندوستان کے بچوں کی خوش نصیبی ہے۔آج تک (اردو میں) اتنا اچھا بچوں کا رسالہ نکلا ہی نہیں ہے۔ 'بچوں کی دنیا' سب کو مبارک ہو۔

محمد رمشاد جی ایچ ایس ایس پیرو ولور کونڈوٹی ملاپورم کیرالا۔ 673638

یوں تو ہمارے ابو بچوں کے کئی رسالے لاتے ہیں، لیکن جب میں نے 'بچوں کی دنیا' کو دیکھا تو بہت اچھا لگا۔ اتنا پیارا کور، دل موہ لیتا ہے۔ بچوں کے کچھ رسالے خالص مذہبی ہیں اور بعض غیر اخلاقی۔ جب کہ 'بچوں کی دنیا' میں چمن چمن کے پھول سمو دیے گئے ہیں۔ مذہبی، سائنسی، اخلاقی، عام معلوماتی۔ جدید دنیا کی ہر طرح کی معلومات اس میں نظر آتی ہے۔ 'بچوں کی دنیا' گویا گاہائے رنگ رنگ ہے، جسے ایک گل دستے کی طرح سجایا گیا ہے۔ خدا کرے یہ قائم و دائم رہے۔

ثانیہ صدف، خان منزل پٹن جارواڈ، پاچورا، ضلع جلگاؤں، مہاراشٹر

میں علویہ ساجد، آپ کی شکر گزار ہوں کہ ہمارے لیے اتنا اچھا رسالہ شروع کیا۔ دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔ اتنی اچھی کہانیاں پڑھ کر اچھا لگتا ہے۔ ایک ایسا کالم بھی شروع کیجیے جسے پڑھ کر ہم بچے طے کر سکیں کہ ہمیں کیا بننا ہے اور جو ہمیں بننا چاہیے وہ بننے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

علویہ ساجد 40/133 میسٹن روڈ، کان پور یوپی۔ 208001

◆ مشورے کے لیے شکریہ۔ کالم کا تو نہیں لیکن مضمون کا وعدہ کرتے ہیں، جلد ہی چھاپیں گے۔ مدیر

میں شیخ فاروق عمر، ملکاپور بلڈانہ کا رہنے والا ہوں۔ 'بچوں کی دنیا' کے رنگ برنگی ڈیجیٹل تصویریں دل کو چھونے ولی کہانیاں پسند آئیں۔نانی کے صندوق سے 'روزہ دار بچّے کی داستان' نے دل پر بہت اثر کیا۔ اردو فیس بک کا کالم بھی خوب ہے۔ اور یہ عنوان بہت اچھا لگا۔

شیخ فاروق عمر چھوٹا بازار ملکاپور بلڈانہ۔ مہاراشٹر

واہ! کیا مزے دار پرچہ ہے۔ میں نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ ہم بچوں کی دنیا کے بارے میں بھی سوچنے والا کوئی ہے۔ ہم سبھی بھائی بہنوں کی طرف سے آپ کو مبارکباد۔ روزنامہ راشٹریہ سہارا پڑھتی ہوں۔ اس میں نصرت ظہیر انکل کے مضامین پڑھنے کو مل جاتے تھے۔ 'بچوں کی دنیا' میں انھیں دیکھا تو حیرت ہوئی کہ اتنا بڑا قلم کار ہم بچوں کے لیے کیسی مثبت سوچ رکھتا ہے۔ امید ہے وہ میری دینی مذہبی معلومات میں اضافہ فرماتے رہیں گے۔

شاذیہ خاتون، خلافت باغ، سیتامڑھی، بہار

میں گیارہویں کلاس کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ میرے گھر میں سارے لوگوں کی دل چسپی اردو میں ہے۔ میرے پاس 'بچوں کی دنیا' کے سارے شمارے موجود ہیں اور مجھے اس کا انتظار رہتا ہے۔ خاص طور پر جولز ورنے کی اراؤنڈ دی ورلڈ ان ایٹی ڈیز اور اردو ایس ایم ایس کا۔ رسالے میں اچھے اشعار بھی شامل کریں تو اچھا رہے گا۔

مدیحہ صدیقی۔ پٹنہ بہار

میں عرشاہ رضوان احمد، ساتویں کلاس (سیمی انگلش) کی طالبہ ہوں۔ میرے نانا اگست کے مہینے سے 'بچوں کی دنیا' لاکر مجھے دیتے ہیں۔ بچوں کے رسالوں میں سب سے خوب صورت اور سب سے پیارا یہی رسالہ ہے۔ اگست کے شمارے میں یوم آزادی کے ساتھ دوسرے مذہبوں کی باتیں پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ میرے نانا نظمیں اور کہانیاں لکھتے ہیں۔ آپ کو بھی بھیجوں گی۔

عرشاہ رضوان احمد، مالیگاؤں، ضلع ناسک، مہاراشٹر۔

نویں مہینے (نومبر) سال 2013 کا 'بچوں کی دنیا' میری نظروں کے سامنے ہے۔ اس وقت میری نظر کے سامنے ہے۔ رسالے کے صفحہ 46-47 پر نظر ٹکی ہے۔ کیا عمدہ سوال جواب ہے، کیا اچھی انڈے سے نکلتے ہوئے بچے کی تصویر ہے۔

فیصل امین، درجہ نہم ix ویسٹ پوائنٹ ہائی اسکول دیگھہ روڈ پٹنہ، بہار۔

'بچوں کی دنیا' کے جولائی اور اکتوبر کے شمارے میرے سامنے ہیں۔ ویسے تو ہر چیز اچھی اور خوب صورت ہے، مگر ڈاکٹر بقراط کا ہر جواب بہت خوب ہوتا ہے۔ میں اس کے لیے انھیں مبارکباد دیتا ہوں۔ انکل، یہ کالم بہت معلوماتی ہے۔

وارث علی درجہ ہشتم vii سینٹ کیرینس اسکول کھگول روڈ، پٹنہ، بہار

انکل بقراط کا بہت بہت شکریہ۔ میں نے تو چھوٹا سا سوال کیا تھا کہ انڈے میں دو رنگ کا پانی کیوں ہوتا ہے؟ مجھے اس کا اندازہ بھی نہیں تھا کہ میرا سوال اتنا اہم ہو جائے گا۔ میرا سوال کا انکل بقراط نے اتنا بھرپور دیا ہے (شمارہ ستمبر 2013) کہ جی خوش ہوگیا۔ ایک سوال اور بھیج رہی ہوں۔

رفعت فاطمہ درجہ ششم vi سمن پورہ راجہ بازار پٹنہ بہار۔

اچھا بھئی اردو فیس بک کے ساتھیو۔ 'بچوں کی دنیا' کی تعریف تو بہت ہوگئی۔ اب بہتر ہوگا کہ آپ اس کالم میں سچ مچ جان پہچان اور بات چیت کا ماحول پیدا کریں۔ کیا ہی اچھا ہو جو آپ اس میں اپنے شوق اور مشغلوں کی باتیں لکھیں، گھر کا کوئی دل چسپ واقعہ مختصر لفظوں میں سب سے شیئر کریں۔ اپنے امّی، ابّو اور دوسرے بزرگوں سے آپ نے کیا سیکھا ہے اس بارے میں بتائیں۔ خود اپنے بزرگوں سے آپ کیا امید رکھتے ہیں یا ان سے آپ کو کس طرح کی شکایات ہیں ان کا بیان کریں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اردو زبان کو ترقی دینے اور اسے پھیلانے کے سلسلے میں آپ نے کیا کچھ کیا ہے یا کیا سوچتے ہیں یہ لکھیں۔ مجھے آپ کی تحریروں کا انتظار رہے گا۔

آپ کا ساتھی۔

خواجہ محمد اکرام الدین۔ مدیر 'بچوں کی دنیا'

ذهنی آزمائش

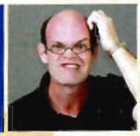

نام ڈھونڈیے:

نیچے دیے گئے حروف میں اردو کے دس مشہور اخبار اور رسالوں کے نام چھپے ہوئے ہیں۔ ہر نمبر کے ساتھ ترتیب وار لکھے ہوئے حروف کو ٹھیک سے جوڑ کر اُن کے نام تلاش کیجیے۔ یاد رہے ان اخبارات و رسائل میں سے کئی بند ہو چکے ہیں

1۔آ ا ز ق م و وی 2۔اا ل ل ل ہ 3۔اا ب غ ل ل 4۔اا ب ق ل ن 5۔ج ق گ م ن و ی 6۔ش ع م 7۔ب د س ص ن و ی ی ی 8۔ا ت س س ی 9۔ا ب ن و 10۔ا ک ل ن و ھ

انہیں پہچانیے:

یہاں ہم اردو کے پانچ بڑے ادیبوں کی وہ تصویریں اور شبیہیں دکھا رہے ہیں جو بہت زیادہ عام نہیں ہیں۔ انھیں غور سے دیکھیے اور پہچانیے۔ ہم صرف ایک اشارہ دے رہے ہیں۔ یہ پانچوں شاعر کے طور پر مشہور نہیں ہیں۔

1

2

3

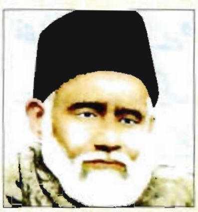

4

5

دس لفظ

اردو میں استعمال ہونے والے ان دس لفظوں کے صحیح معنی تلاش کرو:

1۔آزردہ: زردہ پلاؤ کی ڈش/ پیلے پھول/ ناراض/ آزادی پسند

2۔اِبتلا: کسی بیماری میں مبتلا ہونا/ نزلے کی یونانی دوا/ خوشی، مسرّت/ آزمائش، مصیبت

3۔بازگشت: عقاب کی اڑان/ صبح کی سیر/ پلٹنا/ ضبط کرنا

4۔پس ماندہ: تھکا ہوا/ پچھڑا ہوا/ تیز رفتار/ سست، کاہل

5۔تیرگی: اندھیرا/ اجالا/ تیرنا/ کودنا

6۔ٹسوے: ٹیسو کے پھول کی پنکھڑیاں/ سسکنا/ زور سے رونا/ جھوٹ موٹ کے آنسو

7۔ثلث: دو تہائی/ ایک تہائی/ تین چوتھائی/ ایک چوتھائی

8۔جبروت: ظلم و جبر/ قدرت و عظمت/ بری ہو جانا/ قید کرنا

9۔چنندہ: چنا ہوا/ چننے والا/ چناؤ میں نہ آنے والا/ چندہ کھانے والا

10۔خندہ: چھوٹا خاندان/ بڑا کنبہ/ جماہی/ ہنسی

▲ڈجیٹل مصوری کا کمال: اس شمارے کی خاص تصویر

صحیح جواب

کتابیں: 1۔قومی آواز 2۔الہلال 3۔البلاغ 4۔انقلاب 5۔قومی جنگ 6۔شمع 7۔ بیسویں صدی 8۔سیاست 9۔بانو 10۔کھلونا۔ دس لفظ 1۔ناراض 2۔آزمائش، مصیبت 3۔پلٹنا 4۔پچھڑا ہوا 5۔اندھیرا 6۔جھوٹ موٹ کے آنسو 7۔ایک تہائی 8۔قدرت وعظمت 9۔چنا ہوا 10۔ہنسی۔ پانچ ادیب: 1ڈپٹی نذیر احمد 2۔منشی پریم چند 3۔شبلی نعمانی 4۔راجندر سنگھ بیدی 5۔سعادت حسن منٹو